هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۳ جمعۃ المبارک یکم مارچ ۱۹۹۶ء شماره ۹

رمضان المبارک کے آخری روز درس القرآن کے بعد پرسوز اجتماعی دعا

لندن میں تین مختلف مقامات پر عید کے بڑے اجتماعات

لندن۔ (نمائندہ الفضل) رمضان المبارک کے آخری روز ۲۰ فروری کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب سابق قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کا درس دیا اور درس کے اختتام پر پرسوز اجتماعی دعا کروائی۔ دعا سے پہلے حضور ایدہ اللہ نے مختلف پہلوؤں سے احباب جماعت کو دعاؤں کی خاص تحریک فرمائی اور بالخصوص سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد کے حوالہ سے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور پھر لمبی دعا کروائی جس میں نہ صرف مسجد فضل لندن میں موجود تمام افراد مرد و زن شامل ہوئے بلکہ ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے لاکھوں افراد نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ مل کر خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دردمندانہ دعاؤں کی توفیق پائی۔ اجتماعی دعا کا یہ منظر دلوں کو پگھلانے والا اور نہایت اثر انگیز تھا۔

انگلستان میں نماز عید کے لئے جماعت احمدیہ کا سب سے بڑا اجتماع اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں ہوا کرتا ہے لیکن امسال تیز و تند برفانی ہواؤں کی وجہ سے اسلام آباد میں عید الفطر کا اجتماع ممکن نہ ہوسکا۔ اس مجبوری کے تحت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

لیلۃ القدر کا مضمون رمضان میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۶ فروری ۱۹۹۶ء)

لندن (۱۶ فروری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے سورۃ الدخان کی ابتدائی آٹھ آیات کی تلاوت کرنے کے بعد ان کے پرحکمت مضامین کی بہت لطیف تفسیر فرمائی۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر سے رمضان کے آخری عشرہ میں آنے والی وہ خاص رات بھی مراد ہے جس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور جس کی جستجو کے لئے حدیثوں میں خاص تاکید کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے لیلۃ القدر سے محض ایک رات مراد نہیں بلکہ وہ اندھیری راتوں کا ایک دور ہے جس میں اندھیرے بہت گہرے ہوچکے تھے۔ اس ظلمانی دور میں قرآن نازل کیا گیا۔ امرواقعہ یہ ہے کہ صرف رمضان میں قرآن نہیں اترا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام وسیع دور میں جو ۲۳ سال پر پھیلا ہوا ہے اس میں قرآن اترا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ امت محمدیہ میں یہ بات رواج پاچکی ہے کہ بہت سے وہ لوگ جنہوں نے سارا سال نماز نہ پڑھی ہو وہ بھی جمعۃ الوداع کو اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے تو یہ ہیں کہ خاص برکتیں حاصل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں لیکن جمعۃ الوداع میں اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ جمعہ اور نمازوں کو بھی وداع کہہ جاتے ہیں اور اگلے جمعہ جاکر دیکھیں تو مسجدیں ان سے خالی ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں جمعۃ الوداع کے فضائل کا الگ کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ سارے رمضان کا ذکر ہے اور لیلۃ القدر کا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ میں جو برکتیں ہیں جس میں تمام عبادتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں ان کے لئے قرآن اتارا گیا ہے کہ ان برکتوں کو حاصل کرو ورنہ قرآن کے فیض سے محروم رہو گے۔

حضور نے فرمایا کہ سورہ الدخان کی ان آیات میں "لیلہ مبارکہ" میں قرآن کے اترنے کا ذکر ہے اور اس برکت کے ساتھ ایک انذار بھی داخل کیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہاں ساتھ ہی "انا کنا مرسلین" کے الفاظ نے وہی مضمون بیان فرمایا ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے نشاندہی فرمائی تھی کہ لیلۃ القدر صرف ایک رات نہیں بلکہ امرواقعہ یہ ہے کہ نہ صرف رسول اللہ کا تمام زمانہ لیلۃ القدر ہے بلکہ ہر نبی کا زمانہ لیلۃ القدر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ آیات اس بات کو کھول رہی ہیں کہ ہماری طرف سے تقدیر ہے کہ ہمیشہ مرسل بھیجتے ہیں اور ان کا اسی لیلہ مبارکہ سے تعلق ہے اور وہ نذیر بھی ہیں اور خوشخبریاں دینے والے بھی۔

حضور نے فرمایا کہ جب تک قرآن کریم سے دائمی تعلق نہ ہو اور اس کے مضامین پر غور نہ کرو تو محض لیلۃ القدر نصیب ہونا کوئی چیز نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ دور جس میں خدا نذیر و بشیر بھیجتا ہے اس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انسان کی اپنی تقدیر کے فیصلے کا اسکے اپنی ذات میں کئے ہوئے عہدوں سے تعلق ہے اور لیلۃ القدر کی تلاش کرنے والوں کو بھی بعض نیکیوں پر قائم رہنے اور بعض بدیوں سے بچنے کے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ تم اگر اپنے نفوس میں پاک تبدیلیوں کے فیصلے لے کر آؤ گے تو ویسی ہی تقدیروں کے فیصلے

باقی اگلے صفحہ پر

مختصرات

رمضان المبارک کی برکات اور رونقیں اپنے معراج پر ہیں۔ جمعہ کے علاوہ ہر روز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے درس القرآن کا فیض جاری ہے جس سے اکناف عالم میں بلا مبالغہ لاکھوں احباب و خواتین استفادہ کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں حضور انور نے بیان فرمایا کہ ربوہ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق صرف ایک شہر ربوہ میں کم و بیش ۲۴ ہزار احباب و خواتین اس درس القرآن سے استفادہ کرتے ہیں۔

اس نوٹ کی اشاعت تک رمضان المبارک کی گھڑیاں ہم سے رخصت ہوچکی ہونگی۔ وقت کا دھارا تو رواں دواں ہے اور یہ کبھی رک نہیں سکتا۔ رمضان آیا بھی اور رخصت بھی ہو جائے گا خدا کرے کہ رمضان المبارک کی پاک تاثیرات اور برکات کبھی ہم سے رخصت نہ ہوں اور رمضان کا یہ فیض مستقل طور پر ہماری زندگی کا حصہ بنا رہے۔ قارئین کرام کی خدمت میں دلی عید مبارک عرض ہے۔ تقبل اللّٰہ منا و منکم۔

ہفتہ ۱۰ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲ کی تشریح فرمائی۔ یہ آیت وراثت کے حصص کی تعیین کے بارہ میں ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے جن امور پر روشنی ڈالی وہ یہ ہیں۔

★ محروم الارث پر بحث۔ ★ ورثاء کے حصوں کی تعیین اور اس کی حکمت۔

★ بعض احادیث نیز مختلف فقہاء کی طرف منسوب ہونے والی روایات کا تنقیدی جائزہ۔

★ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کا ورثہ کے بارہ میں حوالہ۔

★ حضور نے اس بارہ میں اظہار خیال فرمایا کہ کیا ایک خلیفہ کا دوسرے خلیفہ سے قرآن کریم کی تشریح اور دینی مسائل میں اختلاف ہوسکتا ہے؟ اس موضوع پر تفصیلی بیان۔

اتوار ۱۱ فروری ۱۹۹۶ء

آج حضور انور نے آیت نمبر ۱۲ کی بقیہ تشریح بیان فرمائی اور اس ضمن میں ورثہ کے بارہ میں، صحیح بخاری کی ایک حدیث پر تفصیلی تبصرہ فرمایا اور آیت نمبر ۱۳ کی تشریح فرماتے ہوئے حضور انور نے لفظ "کلالہ" پر روشنی ڈالی کہ "کلالہ" کسے کہتے ہیں؟

★ آخری نصف گھنٹہ سوالات کے لئے وقف تھا جس میں مندرجہ ذیل سوالات کئے گئے

(۱) کیا کوئی شخص اپنی زندگی میں شریعت کے مطابق اپنی جائیداد تقسیم کرنے کے بعد جو بچ رہے، اس میں سے اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو کچھ مزید بھی دے سکتا ہے؟

(۲) اگر ملکی قانون، اسلامی شریعت سے متصادم ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

(۳) حضرت ابراہیمؑ کو قرآن کریم میں دو جگہ بشارت دینے کے ذکر کے ساتھ ساتھ دونوں جگہ حضرت لوطؑ کی قوم پر تباہی اور عذاب آنے کا بھی ذکر ہے۔ کیا حضرت لوطؑ کی قوم کی تباہی کی خبر دینے کے لئے دو دفعہ فرشتے آئے تھے؟

سوموار ۱۲ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن میں حضور انور نے آیت نمبر ۱۳ کی تشریح کے تسلسل میں جن امور پر تفصیل سے گفتگو فرمائی وہ یہ ہیں

★ غیر مضار۔ ★ کیا باغ فدک حضرت فاطمہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں بطور جائیداد ملا تھا؟ ★ کیا آنحضرتؐ کا وفات سے پہلے اپنی ساری جائیداد صدقہ کردینا قانون وراثت کے خلاف نہیں تھا؟ ★ "کلالہ" کون ہوتا ہے؟

★ کیا کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے؟ ★ ورثہ کے متعلق ایک روایت کا تنقیدی جائزہ دلائل کے ساتھ بیان فرمایا۔ ★ شرعی تقسیم کے علاوہ اپنی جائیداد کے تیسرے حصہ کی وصیت کرنے کی جو اجازت ہے اس حصہ وصیت کی ادائیگی نیز قرض کی ادائیگی، جائیداد کی شرعی تقسیم کرنے سے پہلے ہونی چاہئے۔ اس بارہ میں حضور انور نے دلائل کے ساتھ بحث فرمائی۔

منگل ۱۳ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیات ۱۳ تا ۱۶ کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی۔ اس سلسلہ میں حضور نے جو خاص خاص باتیں بیان فرمائیں وہ یہ تھیں۔

★ ورثاء کی تین اقسام بیان فرمائیں۔ ★ حضور انور نے احباب جماعت کو بتایا کہ جہاں ملکی قانون، اسلام کے قانون وراثت سے ٹکراتا ہو، وہاں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ★ حدود اللہ سے کیا مراد ہے؟ ★ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل عین خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہے؟ ★ اطاعت خداوندی اور اطاعت رسولؐ کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا حوالہ۔ ★ "فامسکوھن فی البیوت" میں عورتوں کو گھروں میں پابند رکھنے سے کیا مراد ہے؟ ★ آیت نمبر ۱۶ میں لفظ "الفاحشۃ" سے مراد عورتوں میں ہم جنس پرستی ہے۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوف خدا

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جس طرح ملکی قانون کا سہارا لے کر حکومت اور ملاؤں کی ملی بھگت سے معصوم اور بے گناہ احمدیوں پر مظالم توڑے جارہے ہیں اور ان کے بنیادی انسانی حقوق تلف کئے جارہے ہیں یہ ایک ایسی واضح، کھلی اور مبرھن حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور، انصاف پسند انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ حکومت جس کے ظالمانہ قوانین سے شہ پاکر اور ان کا سہارا لے کر حکومتی کارندے اور شرپسند ملاں احمدیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں اسے یہ ظلم دکھائی نہیں دیتا اور حکومت کے سرکردہ افراد اور ذمہ دار عہدیداران تمام حقائق و واقعات سے آنکھیں بند کرکے دوسری طرف مونہہ کرکے بڑی جرات اور بے باکی سے سراسر جھوٹ بولتے ہوئے ایسے تمام واقعات کے وجود سے ہی کلی انکار کر دیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے انسانی حقوق کے معاملات کے نگران سینیٹر اقبال حیدر صاحب کا ایک بیان جو انہوں نے لندن میں ایک پریس کانفرنس میں دیا تھا اخبارات میں شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے کہا کہ:

"۱۹۹۵ء میں توہین مذہب کا ایک بھی کیس رجسٹر نہیں ہوا۔ جہاں تک احمدیوں کی شکایات کا تعلق ہے اکثر اس حکومت سے پہلے کی ہیں۔" (روزنامہ جنگ لندن ۱۳ فروری ۱۹۹۶ء)

اسی طرح ۱۵ فروری کے اخبار میں انکی طرف منسوب یہ بیان شائع ہوا ہے کہ:

"۱۹۹۵ء کے دوران توہین مذہب سے متعلق آئین کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت ایک بھی کیس رجسٹر نہیں ہوا۔" (روزنامہ جنگ لندن ۱۵ فروری ۱۹۹۶ء)

جناب اقبال حیدر صاحب کے یہ بیانات سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں اور حقائق سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو باور نہیں کیا جاسکتا کہ سینیٹر صاحب موصوف کو واقعتہً اس بات کا علم نہ ہو کہ پاکستان میں احمدیوں پر توہین رسالت کے متعدد مقدمات قائم ہیں اور صرف گزشتہ سال ۱۹۹۵ء میں آٹھ احمدی مسلمانوں پر زیر دفعہ ۲۹۵۔سی توہین رسالت کے الزام میں مقدمات درج کئے گئے کیونکہ موصوف پاکستان میں انسانی حقوق کے ایک وفد کے سینئر رکن کے طور پر یورپ کے دورہ پر تشریف لائے تھے اور سفر پر روانہ ہونے سے قبل انہوں نے اور انکی ٹیم نے ہوم ورک کیا ہوگا اور اس پہلو سے تمام کوائف اور اعداد و شمار جمع کئے ہونگے اور انہیں ان حقائق کا یقینی اور قطعی علم ہوگا یا کم از کم ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی نہیں کی تو انہوں نے ان واقعات کے علم کے باوجود عمداً ایک کھلا کھلا جھوٹ بولا ہے اور سراسر غلط اور گمراہ کن بیان دیا ہے۔ اور جھوٹ بھی ایسا جسے کسی صورت چھپایا نہیں جاسکتا کیونکہ ملک کے اخبارات میں شائع ہونے والی خبریں اور عدالتوں میں جاری مقدمات اس پر شاہد ناطق ہیں۔ تعجب ہے کہ مشرق و مغرب کی انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں تو ان حقائق سے باخبر ہیں مگر "پاکستان کے انسانی حقوق کے معاملات کے نگران سینیٹر اقبال حیدر صاحب" کو ان واقعات اور مقدمات کی خبر نہیں پہنچی۔ نامعلوم جناب سینیٹر صاحب موصوف ایسے بیانات سے کس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں تو خودفریبی کے سوا انکا کوئی اور مقصد نظر نہیں آتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب آئین کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت احمدیوں پر درج مقدمات کی طرف سینیٹر صاحب موصوف کو توجہ دلائی گئی تو انہوں نے اس کے جواب میں ایک عذر تراشا کہ "جہاں تک احمدیوں کی شکایات کا تعلق ہے اکثر اس حکومت سے پہلے کی ہیں"۔ یہ عذر اپنی ذات میں "عذر گناہ بدتر از گناہ" کی ایک واضح مثال ہے لیکن سینیٹر صاحب موصوف کا یہ عذر بھی صریح جھوٹ ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے صرف گزشتہ سال ۱۹۹۵ء میں آٹھ احمدیوں کے خلاف توہین رسالت کے الزام میں مقدمات دائر کئے گئے اور ۱۹۸۴ء سے اب تک کم و بیش ۱۴۰ احمدیوں کو ۲۹۵۔سی کے تحت مقدمات میں ملوث کیا گیا جن میں سے بعض ابھی تک جیلوں میں بند ہیں اور انکی ضمانتیں تک منظور نہیں کی گئیں۔

ہمیں تو یوں لگتا ہے کہ حکومت نے باقاعدہ کوئی پالیسی طے کی ہے کہ اعلیٰ حکومتی نمائندگان کے ذریعہ جھوٹ کی ایک مہم چلائی جائے۔ چنانچہ اس سے قبل گورنر سندھ کا ایک بیان ان الفاظ میں اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ:

"گورنر سندھ کمال اظفر نے کہا ہے کہ سندھ کی عدالتوں میں توہین رسالت سے متعلق کوئی مقدمہ زیر سماعت نہیں۔" (روزنامہ جنگ لندن ۲۷ دسمبر ۱۹۹۵ء)

یہ بیان بھی سراسر جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ اس وقت سندھ کی مختلف عدالتوں میں ۳۰ سے زائد احمدیوں پر زیر دفعہ ۲۹۵۔سی توہین رسالت کے مقدمات چل رہے ہیں۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ اعلیٰ سرکاری حکام جھوٹ اور دروغگوئی کی اس مہم میں شامل ہوکر کیوں اپنی عزت اور وقار کو خود اپنے ہاتھوں سے برباد کرنے اور اپنی عاقبت کو خراب کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ خود ان کے خلاف ایک سازش ہو کہ ان سے ایسے صریح جھوٹے بیانات دلواکر انہیں اپنوں اور غیروں کی نظر میں ذلیل و رسوا کیا جائے!

احمدی مسلمانوں پر توہین رسالت کا الزام اتنا گندہ اور ناپاک افتراء اور اس قدر بیّن اور شرمناک جھوٹ ہے کہ اس سے بڑا جھوٹ متصور نہیں ہوسکتا۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف تو احمدیوں پر توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک افتراء باندھ کر ان کے خلاف مقدمات قائم کئے جاتے ہیں، عدالتوں میں گھسیٹا جاتا ہے، جیلوں میں بند کیا جاتا ہے اور دوسری طرف مزید جھوٹ بولتے ہوئے ان مقدمات کے وجود سے ہی صاف انکار کیا جاتا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ جھوٹ کا یہ سیلاب بلا اس قوم کو کس ہولناک تباہی تک لے جائے گا۔

جناب اقبال حیدر صاحب نے تو یہ مذکورہ بالا بیانات رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں دیئے ہیں اور ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے ایک کلمہ گو اور مسلمان ہوتے ہوئے بڑی جسارت کے ساتھ یہ سرتا پا جھوٹے بیانات دیئے اور اس نہایت درجہ عظمت رکھنے والے مہینہ رمضان المبارک کے تقدس اور احترام کو بھی ملحوظ نہیں رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تاکیدی ارشاد کا بھی پاس نہیں کیا کہ جو شخص جھوٹ ترک نہیں کرتا خدا تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ فی الواقعہ اگر توہین رسالت کی فرد جرم کسی پر عائد ہوسکتی ہے تو یہ وہ موقعہ ہے جہاں توہین رسالت کا مضمون سوفیصد صادق آتا ہے۔

جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے تو ہم خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہر دکھ، ہر تکلیف برداشت کرتے چلے آرہے ہیں اور انشاء اللہ خدا کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ ہمیشہ صدق اور وفا کے ساتھ اس راہ میں ہر قربانی پیش کرتے چلے جائیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت، کوئی ظلم احمدی سینوں سے اللہ اور رسولؐ کی محبت کو نوچ نہیں سکتا۔ ان تمام مظالم اور جھوٹی اور شرانگیز مہمات کے خلاف ہماری فریاد صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر اور قدیر و مقتدر کے حضور میں ہے۔

لیکن ہم نہایت ادب کے ساتھ حکومت پاکستان کے ذمہ دار عہدیداران اور ارباب اقتدار سے یہ گزارش ضرور کریں گے کہ دنیا کی یہ زندگی عارضی اور چند روزہ ہے اور یہ حکومتی اختیارات و مفادات کی چکاچوند بھی باقی رہنے والی نہیں اس لئے آپ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں، خواہ مخواہ جھوٹ بول کر اپنی دنیا و عاقبت کو خراب نہ کریں اور اس خدا کا خوف کریں جس نے جھوٹ بولنے والوں کے لئے عذاب الیم کی خبر دی ہے اور جو سریع الحساب بھی ہے۔

بقیہ:۔ خلاصہ خطبہ جمعہ

تمہارے حق میں کئے جائیں گے۔ پس لیلۃ القدر کا مضمون رمضان میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ رات ہزار مہینوں سے جو ایک انسان کی اوسط عمر ہے، بہت بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تعلق بخشش سے باندھا ہے۔ وہ رات جس میں توبہ اور بخشش نصیب ہو جائے اس کے نتیجہ میں پاک تبدیلی پیدا ہوگی اور تمہارے اندر سے ایک صبح پھوٹے گی اور تمام اندھیرے زائل ہو جائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ انسان کی رمضان کے بعد کی حالت اس کی رمضان کی اس رات پر گواہی دیتی ہے کہ اس کی بخشش ہوئی ہے یا نہیں۔ یعنی اگر وہ اس رات کے نصیب ہونے کے بعد ۸۰ سال بھی زندہ رہے تو وہ پرانی حالت کی طرف لوٹ نہیں سکتا اور لیلۃ القدر کی قبولیت کے نتیجہ میں ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ کی ساری زندگی اور اس کا لمحہ لمحہ اس رات کے نور سے منور ہو جائے۔

حضور ایدہ اللہ نے احادیث نبویہ کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی عبادات اور لیلۃ القدر نصیب ہونے کی صورت میں کی جانے والی دعاؤں کا ذکر فرمایا اور ان میں موجود گہرے معانی کو تفصیل کے ساتھ ابھار کر پیش فرمایا۔

دعا کرتے رہو اور کراتے رہو

دعا کرتے رہو اور کراتے رہو (۔) طبیعت پر جبر کرکے جو کام کیا جاتا ہے ثواب اسی کا ہوتا ہے اور اسی کا نام نفس لوامہ ہے کہ طبیعت آرام کرنا چاہتی ہے اور محبوبات نفسانی کی طرف کھچی جاتی ہے۔ مگر بزور اسے مغلوب کرکے خدا کے احکام کے ماتحت چلاتا ہے اس لئے اجر پاتا ہے۔ ثواب کی حد نفس لوامہ تک ہی ہے اور اسے ہی خدا نے پسند کیا ہے۔ چنانچہ "کلام الٰہی" میں بھی قسم نفس لوّامہ کی ہی خدا نے کھائی ہے۔ مطمئنہ کی نہیں۔ مطمئنہ میں جاکر ثواب نہیں رہتا۔ کیونکہ وہاں کوئی کشاکشی اور جنگ نہیں۔ وہ تو امن کی حالت ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؑ)

بقیہ:۔ مختصرات

بدھ ۱۴ فروری ۱۹۹۶ء

آیت نمبر ۱۶ کے حصہ "او یجعل اللہ لھن سبیلا" کے سلسلہ میں پیش کردہ بعض احادیث اور تفاسیر کا تنقیدی جائزہ جن میں بتایا گیا ہے کہ سبیلا سے مراد سنگسار کرنے کی سزا ہے۔

★ آیت ۱۷ پر مستشرقین کا اعتراض کہ اسلام میں مرد اور عورت کو برابر درجہ نہیں دیا گیا کیونکہ عورتوں کو گھروں میں روک رکھنے کا حکم ہے اور مردوں کو نہیں۔ اس کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مدلل جواب دیا۔ نیز اس آیت کے ضمن میں مختلف احادیث اور تفاسیر پر تنقیدی تبصرہ فرمایا۔

جمعرات ۱۵ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس القرآن میں حضور انور نے آیت نمبر ۱۸ و ۱۹ کا ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے سب سے پہلے آیت ۱۸ میں آنے والے لفظ جہالت کے مختلف معانی قرآن کریم کی روشنی میں بیان فرمائے۔ نیز بتایا کہ جلدی توبہ کرنے سے کیا مراد ہے؟۔ اور اگلی آیت نمبر ۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ توبہ کا دروازہ کب بند ہو جاتا ہے اور کن لوگوں پر بند ہوتا ہے؟

★ توبہ کرنے کا دروازہ کب تک کھلا رہتا ہے، اس بارہ میں مختلف مفسرین کی آراء اور ان کی تفاسیر میں مذکور احادیث بیان فرماکر ان پر تبصرہ فرمایا۔

★ پھر حضور انور نے ان دونوں آیات کا وصیت والی گذشتہ آیات سے تعلق بیان فرمایا۔

★ آیت ۲۰ سے حضور ایدہ اللہ نے استدلال فرمایا کہ فاحشۃ مبینۃ کرنے والی عورتیں محروم الارث ہوسکتی ہیں۔

جمعہ ۱۶ فروری ۱۹۹۶ء

آج درس القرآن نہیں ہوا۔ ملاقات پروگرام میں ایک سابقہ مجلس سوال و جواب ناظرین کی خدمت میں دوبارہ پیش کی گئی۔

(ع۔م۔ر)

(نویں قسط)

مسیحیت

ایک سفر حقائق سے فسانہ تک

Christianity —— A journey from facts to fiction

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ

[یہ اردو ترجمہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی (سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل حال جرمنی) نے کیا ہے جسے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے - مدیر]

عدل اور معاف کر دینے کی صفت

جرم و سزا کی مسیحی فلاسفی ہر قسم کے تعقبات سے پاک یعنی صاف وشفاف انسانی ذہن کے لئے نہ صرف الجھاؤ اور پریشانی کا موجب ہے بلکہ اس کی وجہ سے بعض ایسے متعلقہ سوال بھی سامنے آتے ہیں جو خود اپنی جگہ ذہن کو کچھ کم گنجلک میں مبتلا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر کفارہ کی مسیحی فلاسفی کو ہی لے لیں اس کے نتیجہ میں عدل اور معافی کے باہمی تعلق کے ذریعہ یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ خدا خود انسانوں کے گناہوں کو کیوں معاف نہیں کر سکتا۔ اس فلاسفی کا سارا استدلال عدل کے یکسر غلط اور یکطرفہ تصور پر مبنی ہے۔ اس کی رو سے طے شدہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عدل اور معافی کا باہم یکجا اور اکٹھا ہونا ممکن نہیں ہے۔ انہیں بلاوجہ ایک دوسرے کی ضد قرار دے دیا گیا ہے۔ اگر یہ واقعی ایک دوسرے سے یکسر مختلف اور باہم متناقض ہیں تو پھر عہدنامہ جدید میں انسانی رشتوں اور تعلق داری کا ذکر کرتے ہوئے باہم معاف کر دینے اور درگزر سے کام لینے پر بہت زور کیوں دیا گیا ہے۔ میں نے کسی بھی مذہب کے مقدس آسمانی صحیفوں میں ایسی تعلیم نہیں دیکھی جس میں معاف کر دینے کی صفت کی اہمیت پر یکطرفہ اور غیر متوازن انداز میں اس درجہ زور دیا گیا ہو جتنا کہ عہدنامہ جدید میں دیا گیا ہے۔ کس قدر اختلاف اور تضاد ہے انجیل کی اس تعلیم اور انصاف کی اہمیت سے متعلق یہودیت کی پرزور روایتی تعلیم میں۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کی تعلیم ایسے سادہ اور کھردرے انصاف کی آئینہ دار ہے جو ضروری تراش خراش اور تہذیب و تصویب سے مبرا ہے۔ اس کے بالمقابل کیسی ڈرامائی تبدیلی کی آئینہ دار ہے یہ مسیحی تعلیم کہ اگر کوئی شخص تیرے ایک گال پر تھپڑ رسید کرے تو تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے۔ یہ بعد میں عطا ہونے والی تعلیم کس نے دی جو قبل ازیں دی گئی توریت کی تعلیم کے بالکل برخلاف ہے؟۔ انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ کیا توریت والی پہلی تعلیم واقعی "باپ خدا" کی عطا کردہ تعلیم تھی۔ اگر واقعی توریت کی تعلیم خدا ہی کی عطا کردہ تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ "مقدس بیٹے" نے باپ کی دی ہوئی تعلیم سے غایت درجہ مختلف و متضاد روش کیوں اختیار کی؟ کیا ایسے مخاصمانہ اختلاف کو تواریخی نقص سمجھا جائے یا یہ کہ اسے ارتقائی تبدیلی سے تعبیر کیا جائے یا پھر یہ کہ مکمل معافی اور درگزر کے مسیحی رجحان کو (جو انتقام پر یہودیت کے حتمی اصرار سے یکسر متضاد ہے) "باپ خدا" کی روش اور طرز عمل میں بنیادی تبدیلی پر محمول کیا جائے؟ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس نے (یعنی "باپ خدا" نے) موسیٰ کو اور اس کے ذریعہ اہل کتاب کو جو تعلیم دی تھی اس پر وہ دل سے متاسف تھا اور اپنی غلطی کی بہر طور تلافی کرنا چاہتا تھا اسی لئے "بیٹے" نے اس سے یکسر مختلف و متضاد تعلیم دے کر تلافی کی صورت پیدا کی۔

یہودیت اور مسیحیت کی تعلیم میں سزا کی نوعیت پر زور دینے سے متعلق متذکرہ بالا تبدیلی اور اختلاف میں ہم مسلمانوں کو کوئی تضاد اس لئے محسوس نہیں ہوتا کہ ہم ایسے خدا پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس کے وجود میں عدل اور مغفرت (یعنی بخشش و معافی) کی ہر دو صفات پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور یہ دونوں صفات باطنی طور پر باہم کسی لحاظ سے بھی متصادم نہیں ہیں۔ ہمارے ایمان و ایقان اور تفہیم و ادراک کی رو سے یہودی تعلیم اور مسیحی تعلیم میں پائے جانے والے فرق کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہودی تعلیم ناقص تھی اور مسیح نے آکر اس نقص کو دور کیا بلکہ نقص اس تعلیم پر یہودیوں کے عمل پیرا ہونے کے طریق میں تھا۔ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ خدا صرف عادل و منصف ہی نہیں ہے بلکہ وہ غفور و رحیم اور رؤف و محسن بھی ہے یعنی وہ اپنے بندوں کو اگر چاہے تو معاف کر کے انہیں اپنے رحم کا مورد بھی بناتا ہے اور ان کے ساتھ حسن و احسان کا سلوک بھی کرتا ہے۔ گناہوں کو بخشنے اور گناہگاروں کو اپنی بخشش سے نوازنے کے لئے وہ کسی بھی نوعیت کی بیرونی مدد کی احتیاج سے پاک ہے۔ برخلاف اس کے اگر مسیحی نقطہ نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو مسئلہ پیچ در پیچ کی شکل اختیار کر کے الجھتا ہی چلا جاتا ہے۔ نظر یہ آتا ہے کہ توریت کے خدا کو صرف عدل سے ہی سروکار تھا اور وہ اس احساس سے عاری تھا کہ ترس کھانا اور رحم کا سلوک کرنا بھی کوئی صفت ہوتی ہے۔ بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی پر رحم کرنا بھی چاہتا تو ایسا کر نہیں سکتا تھا کیونکہ ترس کھانا اور رحم کرنا اس کے بس میں ہی نہ تھا۔ آخر زمانہ دراز اور مدت مدید کے بعد عجیب ماجرا ہوا۔ ہوا یہ کہ اس کا "بیٹا" جو خود اپنی ذات میں خدا تھا اس کی مدد کو آیا۔ جس جہنم آسا مشکل اور الجھن میں "باپ خدا" پھنسا ہوا تھا اس میں سے "بیٹے خدا" نے اسے نکالا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اپنے منتقم "باپ" کے مقابلہ میں "بیٹا" سراسر ترس اور ترحم کے جذبہ سے بھرا ہوا تھا۔ "بیٹے" کے متعلق اس تصور کی نامعقولیت انسانی ضمیر میں صرف خلش ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ "باپ" اور "بیٹے" کے کردار میں پائے جانے والے تضاد کے سوال کو ابھار کر ایک دفعہ پھر اسے بڑی شدت سے نمایاں کر دیتی ہے اور محسوس یہ ہوتا ہے کہ مسیح "باپ خدا" کا صحیح نقش نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ناخلف بیٹا ہے۔ شاید یہ بھی تواریخی غلطی کا ہی ایک شاخسانہ ہو!۔

اس بارہ میں تحقیق کا ایک اور میدان بھی ہے۔ اس کا تعلق اس امر سے ہے کہ گناہ اور اس کے نتائج و عواقب کے بارہ میں دنیا کے دوسرے مذاہب کا نقطہ نظر اور رویہ کیا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ صرف مسیحیت ہی ایسا مذہب نہیں ہے جو انسانوں کو من جانب اللہ عطا ہوا ہو۔ دنیا میں بلحاظ تعداد غیر مسیحی اقوام و افراد مسیحیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ معلومہ تاریخ کے ہزاروں سال کے دوران یسوع مسیح کی آمد سے قبل وقتاً بعد وقت متعدد مذاہب رونما ہوئے۔ ان مذاہب نے دنیا کے مختلف علاقوں میں آباد انسانوں میں جڑ پکڑی اور نشوونما پائی۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کیا ان مذاہب نے بھی کبھی گناہوں کی بخشش یا معافی کی ایسی فلاسفی کو اپنایا یا اس کا ذکر کیا جس کا کفارہ کے مسیحی عقیدہ سے دور کا بھی کوئی تعلق بنتا ہو۔ خدا کے متعلق یا اگر وہ کئی خداؤں کی موجودگی پر یقین رکھتے تھے تو اپنے ان مزعومہ خداؤں کے متعلق ان کا کیا نظریہ یا تصور تھا۔ مراد یہ کہ انکے نظریہ کے مطابق گناہوں میں ملوث نوع انسانی کے بارہ میں خدا یا ان کے مزعومہ خداؤں کا طرز عمل یا سلوک کس نوعیت کا تھا؟

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے مذاہب عالم کی برادری میں جو مذہب نظریاتی لحاظ سے مروجہ مسیحیت کے قریب ترین نظر آتا ہے وہ شاید ہندومت ہے۔ لیکن اس کی یہ قربت بھی محض جزوی ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ ہندو بھی ایک کٹر اور ضدی قسم کے عادل خدا کو مانتے ہیں۔ اس کا جذبہ عدل یہ تقاضا کرتا ہے کہ جو فرد بھی گناہ کا مرتکب ہوا سے وہ کسی نہ کسی شکل میں کوئی نہ کوئی سزا ضرور دے لیکن مسیحیت اور ہندومت کے مابین پائی جانے والی یہ نظریاتی مماثلت آگے نہیں چلتی بلکہ یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندومت میں اس امر کا دور دور کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا کہ خدا کے بیٹے نے نسل انسانی کے تمام گناہگاروں کے گناہوں کے جملہ اثرات اور سزاؤں کا سارا کا سارا بار اپنے کندھوں پر اٹھا لیا ہو۔ برخلاف اس کے ہندومت میں بتایا یہ جاتا ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کے سبب سنسار میں جرم و سزا کا ایک لامتناہی اور ناپیدا کنار سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسانی روحیں مختلف جانوروں اور حشرات الارض کے روپ میں جونیاں بدلتی چلی آ رہی ہیں۔ کفارہ تک رسائی صرف اس وقت ہوتی ہے جب بار بار جونیاں بدلنے کے بعد روح اتنی سزا بھگت لیتی ہے جو ان تمام گناہوں کے مجموعہ کے عین مطابق ہوتی ہے جو جونیوں کی مسلسل تبدیلیوں کے تباہ کن تجربہ کے دوران اس سے سرزد ہوئے ہوتے ہیں۔ یقیناً بہت سے لوگوں کو جرم و سزا کی یہ عجیب و غریب فلاسفی بھی یکسر ناقابل فہم اور از حد پراسرار محسوس ہوگی۔ لیکن تمام تر ناقابل فہم پراسراری کے باوجود اس انوکھی فلاسفی میں جبلی انصاف کی جھلک ضرور موجود ہے۔ اس میں ایسے توازن اور یکسانیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے جو ان گھڑے جبلی انصاف کے تصور سے پوری پوری مطابقت رکھتی ہے۔

ہندومت ہی نہیں بعض دوسرے مذاہب بھی علت و معلول کی تمام تر پیچیدگیوں کے باوصف مختلف جونیوں کی شکل میں بار بار پیدائش کے لامتناہی سلسلہ کے قائل ہیں۔ ان مذاہب سے صرف نظر کرتے ہوئے اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام دوسرے چھوٹے اور بڑے مذاہب کے نزدیک انسانوں کی طرف سے ارتکاب معاصی کی صورت میں من جانب اللہ بخشش یا معافی کے تصور کا کیا عمل دخل ہے۔ ہندومت اور اس کی طرح کے دوسرے مذاہب سمیت دیگر چھوٹے بڑے مذاہب کے ایک ارب سے زیادہ پیرو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ وہ سب کفارہ کے دیومالائی مسیحی تصور سے یکسر ناآشنا ہیں۔ ان کے ہاں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ یہ صورت حال انسانی ذہن کو بہت خلجان میں مبتلا کرنے والی ہے۔ اندریں صورت اس سوال کا پیدا ہونا ناگزیر ہے کہ دنیائے عیسائیت کے ماسوا دنیا کے دیگر علاقوں میں جو لوگ آباد چلے آ رہے تھے ان کے اور عالم بالا کے مابین رابطہ کی نوعیت کیا تھی؟ اگر مسیحی عقیدہ کے بموجب "باپ خدا" سے ان کا تعلق نہیں تھا تو کیا یسوع مسیح کے سوا دنیا کی ساری مذہبی قیادت شیطان کی شاگردی کے جال میں پھنسی ہوئی تھی؟ "باپ خدا" کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا؟ جب بقیہ نوع انسانی کو شیطان اس کے نام پر گمراہ کرنے میں مصروف تھا تو وہ بنی نوع انسان کو اس کے دام تزویر سے نجات دلانے کی غرض سے ان کی مدد کو کیوں نہ آیا؟ کیا ماسوا مسیحیوں کے قبل ازیں تمام دیگر بنی نوع انسان نام نہاد "باپ خدا" کے علاوہ کسی اور ہستی کے پیدا کردہ تھے؟ سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ سوتیلے باپ والا سلوک روا رکھ کر انہیں طاغوت کے ظالمانہ اقتدار کے حوالے کیوں کیا گیا؟۔

آیئے اب ہم اپنی توجہ کو ایک اور نقطہ نگاہ سے اس مسئلہ کی طرف پھیرتے ہیں اور وہ نقطہ نگاہ یہ ہے کہ ہم عام انسانی تجربہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا از سرنو جائزہ لینے کی کوشش کریں۔ اب یہ تجربہ اور مشاہدہ میں آنے والی ایک عام بات ہے کہ معافی اور عدل باہم متوازن بھی ہو سکتے ہیں اور یہ کہ ان کا ایک ساتھ بروئے کار آنا عین ممکن ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ہی باہم ضد کے طور پر ایک دوسرے کی تردید کرتے نظر آئیں۔ بعض اوقات خود عدل کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ معاف کر دینا ضروری ہے اور برخلاف اس کے بعض حالتوں میں خود عدل اس امر کا متقاضی ہوتا ہے کہ معافی نہ دی جائے۔ اگر ایک بچہ کے ساتھ ہمیشہ ہی معافی کا سلوک روا رکھا جائے اور اس طرح مزید جرائم کے مرتکب ہونے میں اس کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے تو ایسی صورت میں معافی خود اپنی ذات میں جرائم کی افزائش اور حاشیہ آرائی کا موجب ہوگی۔ ظاہر ہے ایسا کرنا عدل کی روح کے سراسر منافی ہوگا۔ اگر ایک عادی

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:

TEL: 0141-777 8568
FAX: 0141-776 7130

مجرم کو معاف کر کے اسے مزید جرائم کے ارتکاب کا موقع دیا جائے اور اس طرح معافی کے ذریعہ گردوپیش دکھوں اور مصیبتوں کی افزائش کے سلسلہ میں اس کی حوصلہ افزائی کرنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا جائے تو ایسا طرز عمل تقاضہ عدل کے برخلاف ہوتے ہوئے معصوم شہریوں کے خلاف ایک ظالمانہ اقدام کے مترادف قرار پائے گا۔ اب اگر دیکھا جائے تو اسی قماش کے لاتعداد اور بے شمار مجرم ایسے ہیں جن کے حق میں مسیح کا کفارہ ایک پناہ گاہ ہی نہیں کمین گاہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے یہ ناگوار صورت حال عدل کے سراسر منافی ہے۔ بہر صورت و بہر حال کفارہ پر زور دینا نیز پشیمانی اور معافی کو سرے سے کوئی اہمیت نہ دینا درست نہیں ہے۔ اس کا درست نہ ہونا ایک مثال سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے اور وہ مثال یہ ہے کہ اگر بچہ پشیمان ہو کر اپنے کئے پر افسوس کا اظہار کرتا ہے اور ماں کو یقین ہو جاتا ہے کہ بچہ اس جرم کا دوبارہ ارتکاب نہیں کرے گا اس کے باوجود بچہ کو سزا دینا عدل کی روح کے برخلاف ہو گا۔ جب ایک پشیمان شخص پشیمانی کی اذیت میں سے گزرتا ہے تو ایسی پشیمانی خود اپنی جگہ سزا سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ بعض حالتوں میں تو ایسی پشیمانی بجائے خود باہر سے عائد کردہ سزا سے کہیں بڑھ کر اذیت ناک بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کا ضمیر زندہ ہو اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ پشیمانی کے زیر اثر بہت دکھ محسوس کرتے ہیں۔ وہ اندر ہی اندر کچھ کم اذیت نہیں اٹھاتے۔ بسا اوقات ضمیر کے مسلسل کچوکوں کی اذیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ قوت برداشت کی آخری حد کو چھونے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں عین ممکن ہو جاتا ہے کہ خدا ایسے بار بار قصور کرنے اور بار بار پشیمان ہونے والے کمزور بندے پر رجوع برحمت ہو اور اس کے گناہ بخش دے۔ عدل اور معافی کے اس باہمی تعلق میں ایک ایسا عام فہم سبق مضمر ہے جسے ایک ہمہ گیر انسانی تجربہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا ادراک کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں رکھنے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عام سمجھ بوجھ والے انسانوں کے لئے بھی چنداں مشکل نہیں ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسیحی حضرات اپنے اس عقیدہ کی نامعقولیت پر معترض ہوئے بغیر اس سے چمٹے رہنے کی غفلت سے بیدار ہوں۔ اگر وہ اپنے اس عقیدہ کا عقل عمومی کی روشنی میں از سرنو جائزہ لے کر اس کی نامعقولیت کو محسوس کر لیں گے تو وہ اچھے باعمل عیسائی پھر بھی رہیں گے لیکن وہ ایک مختلف اور حقیقت پسندانہ نوعیت کے عیسائی ہونگے۔ اندریں صورت وہ اور زیادہ محبت اور گہری وابستگی کے ساتھ مسیح کی انسانی حقیقت پر یقین رکھنے والے ہونگے بہ نسبت اس خیالی مسیح پر ایمان رکھنے کے جو محض ان کے اپنے تخیل کی پیداوار ہے اور ایک فسانہ سے زیادہ جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مسیح کی بڑائی اور عظمت روایتی داستان میں نہیں بلکہ اس عظیم قربانی میں مضمر ہے جو اس نے ایک انسان اور خدا کے ایک پیغمبر کی حیثیت سے پیش کی۔ یہ ایک ایسی قربانی تھی جو دل پر زیادہ قوت اور گہرائی کے ساتھ اثر انداز ہوتی ہے بہ نسبت اس دیومالائی قصہ کے کہ وہ صلیب پر مرنے اور دوزخ میں چند دہشت ناک گھنٹے گزارنے کے بعد مردوں میں سے دوبارہ جی اٹھا تھا۔ فسانہ، فسانہ ہی ہوتا ہے حقیقت کے آگے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

مسیح کے لئے کفارہ ادا کرنا ممکن نہ تھا

آخر میں پیش کیا جانے والا ایک اور سوال بھی کچھ کم اہم نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیح پیدائشی طور پر گناہ سے پاک اور معصوم کیسے ہو سکتا تھا جبکہ وہ پیدا ہی ایک انسان ماں کے بطن سے ہوا؟ اگر آدم اور حوا کے ابتدائی گناہ نے اس بد قسمت جوڑے کی آئندہ آنے والی تمام نسلوں کو موروثی طور پر گناہ سے آلودہ کر دیا تھا تو ایک ناگزیر نتیجہ کے طور پر یہ امر لازم آتا ہے کہ نسل آدم کے تمام بچے کیا ذکور و کیا اناث سب ہی گناہ کے توارثی میلان کے حامل تھے اور بالخصوص گناہ کے طبعی میلان کا عورتوں میں منتقل ہونے کا امکان اس لئے زیادہ تھا کہ یہ حوا ہی تو تھی جس نے شیطان کے آلہ کار کی حیثیت سے آدم کو ورغلا کر گناہ میں ملوث ہونے پر آمادہ کیا تھا۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ازروئے انصاف ارتکاب گناہ کی ذمہ داری آدم کی بہ نسبت حوا کے کندھوں پر زیادہ عائد ہوتی ہے۔ مسیح کی پیدائش کے معاملہ میں یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ وہ اس حوا کی ایک بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو ابتدائے آفرینش میں سرزد ہونے والے گناہ کی زیادہ ذمہ دار تھی۔ اس ضمن میں یہ سوال بڑی شدت سے ابھر کر سامنے آتا ہے کہ آیا مسیح کو انتقال ورثہ کے مخصوص خلیوں (Chromosomes) کے ساتھ کوئی توارثی عنصر (Gene) اپنی انسانی ماں سے پیدائشی طور پر ورثہ میں ملا تھا یا نہیں؟ اگر ملا تھا تو موروثی گناہ کی ناگزیر آلودگی سے اس کا بچنا ممکن ہی نہ تھا اور اگر اس نے اپنی ماں سے کوئی توارثی عنصر انتقال ورثہ کے مخصوص خلیوں کے ساتھ ورثہ میں پیدائشی طور پر نہیں پایا تھا تو پھر اس کی پیدائش یقیناً ایک معجزانہ پیدائش قرار پائے گی کیونکہ ایک معجزہ ہی ایسے بچہ کو معرض وجود میں لا سکتا تھا جو ماں کے بطن سے پیدا ہونے کے باوجود نہ باپ کی طرف منسوب ہو سکتا تھا اور نہ ماں کی طرف۔ یہ بات پھر بھی فہم سے بالا ہوتے ہوئے مخمصہ کا موجب رہتی ہے کہ موروثی خواص کے حامل خلیے جو نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے حوا کی طرف سے مسیح کو ورثہ میں ملے وہ گناہ کے ناگزیر باطنی میلان سے کیسے مبرا رہے؟ چلئے فرضی طور پر ہم مان لیتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ایسا وقوع میں آ ہی گیا اور مسیح اس معصومیت کا حامل بن گیا جس کی بناء پر اس میں ان انسانوں کے گناہوں کا بار اٹھانے کی اہلیت پیدا ہو گئی جو اس کی اس معجزانہ حیثیت پر ایمان لے آئیں اور جو ایمان نہ لائیں ان کے گناہوں کا بار خود انہی کی گردن پر رہے۔ اس مفروضہ پر ایک اور مسئلہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ پوچھنے والے پوچھ سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں آدم اور حوا کی ان نسلوں پر کیا بیتے گی جو بے چاری ظہور عیسائیت سے پہلے ہو گزری تھیں۔ ظہور عیسائیت سے قبل نسلاً بعد نسل کھرب ہا کھرب انسان پیدا ہوتے اور کرہ ارض کے پانچوں براعظموں میں پھیلتے اور ان کے مختلف حصوں میں آباد ہوتے چلے گئے۔ وہ پیدا ہونے اور اس زمین پر زندہ رہنے کے بعد مرتے اور اس جہان سے گزرتے چلے گئے۔ ان کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ کسی طور یہ سن یا جان سکتے کہ ان کا اصل نجات دہندہ مسیح ہے کیونکہ وہ نجات دہندہ تو ان کے وقت میں پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ اس طرح تو آدم کی پیدائش سے لے کر ظہور مسیح تک کے درمیانی زمانہ میں جتنی بھی نسل آدم پیدا ہوئی وہ محروم ازلی ہی قرار پائی اور خسران مبین میں مبتلا ہونا ان کا مقدر ٹھہرا۔ ان بے چاروں کا کیا قصور تھا کہ انہیں بخشش یا نجات کا خفیف سے خفیف موقع عطا ہونے کا حق دار نہ سمجھا گیا؟ کیا مسیح کی عطا کردہ نجات ازمنہ گزشتہ سے نافذ العمل قرار پائے گی؟ اگر یہ درست ہے تو ایسا کیوں اور کیسے ہو گا؟

پھر سوچنے والی بات یہ بھی ہے کہ خود مسیح کے اپنے زمانہ میں یہودیہ (Judea) کے چھوٹے سے علاقہ کے بالمقابل دنیا کے دیگر وسیع و عریض علاقوں میں بھی نسل آدم آباد تھی۔ ان لوگوں نے عیسائیت اور مسیح کا نام بھی نہ سنا تھا، ان سب پر کیا بیتی اور ان کا کیا بنا؟ وہ مسیح کے ابن اللہ ہونے پر ایمان نہ لائے تھے۔ عدم علم کی بناء پر ان کے لئے ایمان لانا ممکن ہی نہ تھا۔ کیا وہ سزا کے بغیر ہی نجات پا جائیں گے۔ یا یہ کہ انہیں بھی ان کے گناہوں کی سزا ملے گی اور وہ نجات سے محروم قرار پائیں گے؟ اگر انہیں سزا دئے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے گا تو کس دلیل کی رو سے ایسا ہو گا؟ اور اگر انہیں ان کے گناہوں کی سزا دی جائے گی تو پھر یہی سوال پیدا ہو گا کہ کس منطق کی رو سے انہیں گرفت اور پکڑ کا سزاوار ٹھہرایا جائے گا؟ انہیں مسیح پر ایمان لانے اور نجات سے ہمکنار ہونے کا موقع ہی کب نصیب ہوا تھا؟۔ وہ تو یکسر بے بس ولاچار تھے۔ یہ بہر طور کانٹے کی تول پورا اترنے والے حتمی اور باریک در باریک انصاف کی کیسی مسخ شدہ اور مضحکہ خیز تصویر ہے!

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

بقیہ عیدالفطر از صفحہ اول:

بقیہ عیدالفطر از صفحہ اول:

کے ارشاد کی روشنی میں عید کی حقیقی روح کو قائم رکھتے ہوئے تین جگہوں پر بڑے بڑے اجتماعات کی صورت پیدا کی گئی۔ مؤرخہ ۲۱ فروری کو پہلا اور مرکزی اجتماع مسجد فضل لندن میں ہوا جس میں ۲½ ہزار سے زائد افراد شامل ہوئے۔ دوسرا اجتماع ہیتھ لینڈ سکول ہنسلو میں ہوا جس میں ۱۳۰۰ کے قریب افراد شامل تھے جہاں مکرم عبدالحفیظ کھوکھر صاحب نے نماز عید پڑھائی۔ تیسرا بڑا اجتماع کرائیڈن مشن ہاؤس میں ہوا اس میں ۱۵۰۰ کے قریب افراد شامل تھے اور یہاں مکرم لئیق احمد طاہر صاحب نے نماز عید پڑھائی۔

مسجد فضل لندن میں گیارہ بج کر بیس منٹ پر نماز عید پڑھانے کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ عید ارشاد فرماتے ہوئے تمام دنیا کے احمدیوں کو جو ایم ٹی اے کے رابطہ سے شامل تھے یا جو آج نہیں تو کل انشاء اللہ شامل ہونگے سب کو اپنی طرف سے اور انگلستان کے موجود احباب کی طرف سے مبارکباد کا تحفہ پیش کیا اور فرمایا کہ یہ جو عالمی عید منائی جارہی ہے ایک دن انشاء اللہ وہ دن بھی آئے گا اور خدا کرے کہ ہماری زندگی میں ہی آئے کہ ہماری عید میں ایک کروڑ سے زائد احمدی شامل ہونگے اور کل عالم میں بیک وقت منائی جانے والی وہ عید اسلام کی فتوحات میں ایک نیا باب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس طرح ساری دنیا کو ایک عالمی ملت میں تبدیل کیا جائے گا جو خوشیوں میں بھی اکٹھی ہوگی۔

عیدالفطر کے خطبہ کے لئے حضور انور ایدہ اللہ نے سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے عید منانے کے بعض واقعات پیش فرمائے اور ان احادیث نبویہ کی وضاحت کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عید کی طرز پر عید منانے کی تلقین فرمائی۔

اس کے علاوہ حضور نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الہامات کا بھی تذکرہ فرمایا جن کا تعلق عید کی خوشخبریوں سے تھا۔ حضور ایدہ اللہ نے ان متفرق الہامات کی ساتھ ساتھ وضاحت بھی فرمائی اور دعا کی تحریک فرمائی کہ عید کی خوشیوں کے ساتھ جن دوسری خوشخبریوں کی اطلاع دی گئی ہے۔ خدا کرے کہ وہ ہمیں بھی عطا ہوں۔ حضور ایدہ اللہ نے ایک الہام "بعد گیارہ انشاء اللہ" کے حوالے سے گزشتہ سال پاکستان میں ظاہر ہونے والے ایک نشان کا بھی ذکر فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے دعا کی اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ ساری عیدیں جلد تر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ انکی خوشیاں ہماری رگ و پے سے وابستہ ہوں۔ وہ رونق کے دن بڑھتے چلے جائیں ایک بھرپور بہار میں تبدیل ہوجائیں۔ ایسی بہار کہ سوکھے ہوئے پودوں کو یہ کہہ سکیں کہ بہار تو ہے چاہے مناؤ یا نہ مناؤ۔

آخر میں حضور نے ان خوشخبریوں کے تسلسل میں انگلستان میں مرکزی مسجد کی تعمیر کے انتظامات جو تقریباً طے پاچکے ہیں اس کی خوشخبری سنائی۔ نیز ایم ٹی اے کے لئے جو ۲۴ گھنٹے کے نئے پروگرام مرتب ہو رہے ہیں جن کے تحت انشاء اللہ جماعت کے وقار کو بہت تقویت حاصل ہوگی اس کا بھی ذکر فرمایا اور اس تگ و دو میں شامل مخلصین مکرم رفیق احمد حیات صاحب اور مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب کو ازراہ شفقت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مستعمل قمیص کا تبرک عطا فرمایا۔

دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ مستورات کی مارکی اور محمود ہال میں تشریف لے گئے اور خواتین کو عید مبارک کہنے کے بعد پھر مسجد کے احاطہ میں موجود احباب کو فرداً فرداً مصافحہ سے نوازا۔

عیدالفطر کے روز مسجد فضل لندن میں ۱۱ بجے سے ۳ بجے تک عید کی رونقیں اور گہما گہمی بکھری نظر آتی تھی۔

جب خدا تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو وہ گناہ کو جلاکر بھسم کر جاتی ہے

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC

CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 01274 724331 / 488 446
FAX: 01274-730 121

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟

اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرما کر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینیجر)

خطبہ جمعہ

ہر ظلمت سے نکلنے کی ایک الگ راہ سلام ہے اور ہر راہ سلام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم روشنی ڈال رہے ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء مطابق ۱۲ صلح ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶﴾
يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۷﴾ (سورہ المائدہ: ۱۶ تا ۱۷)

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ
وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (سورہ الاعراف: ۱۵۸)

اس سے پہلے جو دو آیات کی تلاوت کی گئی تھی وہ سورہ المائدہ آیات ۱۶ تا ۱۷ ہیں۔ پس یہ دو مختلف مقامات ہیں جن سے آیات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ پہلی دو آیات سورہ المائدہ سے لی گئیں اور دوسری آیت جو بعد میں پڑھی گئی وہ سورہ اعراف سے ہے۔ ان کو اس لئے اکٹھا تلاوت کیا گیا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور قرآن کریم میں جو ہر قسم کے جوڑوں کا ذکر ملتا ہے ان طیبات کے جوڑوں میں سے آیات کے بھی جوڑے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو تقویت بھی دیتی ہیں، ایک دوسرے میں اٹھائے ہوئے مضامین کی مزید تشریح بھی کرتی ہیں۔ پس یہ ایسا ہی ایک آیات کا جوڑا ہے جو بعینہٖ ایک دوسرے پر منطبق ہو رہا ہے مگر مضامین کھولنے میں مختلف زاویوں سے روشنی ڈالتی ہیں اس لئے بات بہت زیادہ کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اہل کتاب "قد جاء کم رسولنا" تمہارے پاس ہمارا رسول آ چکا ہے۔ "یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون" وہ خوب کھول کر بیان کرتا ہے، بکثرت ایسی باتوں کو "مما کنتم تخفون" کہ جن کے متعلق تم اخفاء سے کام لیا کرتے تھے "من الکتاب" کتاب میں سے "ویعفوا عن کثیراً" اور بہت سی باتوں سے در گزر بھی فرماتا ہے "قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین" تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک عظیم الشان نور آ چکا ہے۔ "و کتاب مبین" اور ایک روشن کتاب آ چکی ہے۔ اس آیت کا جو پہلا حصہ ہے وہ اس آیت کے آخری حصے پر منطبق ہوتا ہے اور دونوں کو آمنے سامنے رکھ کر مضمون کھل جاتا ہے۔

"قد جاء کم رسولنا" کی تشریح میں فرمایا "قد جاء کم من اللہ نور" یعنی رسول جو آیا ہے وہ نور ہے اور اس بات میں ایک ادنیٰ سا بھی شبہ باقی نہیں رہتا کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ہمارا رسول آ چکا ہے اس رسول کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتا ہے کہ "قد جاء کم من اللہ نور" اور لفظ "قد جاء کم" وہی ہیں جو پہلے آیت کے شروع میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ دوسرا "کتاب مبین" فرمایا ہے۔ اور پہلی آیت میں رسولنا کے بعد "یبین" کا لفظ جو رکھا گیا ہے وہ دراصل "کتاب مبین" کی طرف اشارہ فرما رہا ہے۔ کیونکہ رسول اپنی طرف سے کوئی تبیین نہیں کرتا، کوئی روشنی مضامین پر اپنی ذات سے نہیں ڈالتا بلکہ کتاب اللہ کے حوالے سے وہ امور کو روشن کرتا ہے۔ تو "یبین" کی تفسیر ہے یہ "و کتاب مبین" ایک روشن کتاب بھی اس کے ساتھ آئی ہے۔ اور جب وہ نور الٰہی امور پر یا دنیا کے امور پر تمہاری ہدایت کے لئے روشنی ڈالتا ہے تو ہمیشہ وہ اس کتاب کے نور سے استفادہ کرتے ہوئے ان مضامین کو کھولتا ہے۔

"یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام" اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ، اب ضمیر ساری رسول کی طرف ہی پھیری جا رہی ہے آغاز ہی سے رسول کے مضمون کو اول طور پر اٹھایا گیا ہے۔ "یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ" اللہ اس رسول کے ذریعہ، اس نور کے ذریعہ جو آسمان سے اترا ہے ہدایت دیتا ہے "من اتبع رضوانہ" اس کو جو اللہ کی رضا چاہتا ہے۔ اب جہاں رضوان کا تعلق ہے وہاں رسول کی رضوان کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ رسول کی رضا کامل طور پر اللہ کی رضا کی تابع ہوتی ہے اور رضوان چاہنے میں رسول پیش نظر نہیں بلکہ اللہ پیش نظر ہوتا ہے۔ جو اللہ کی رضا چاہے اس سے اللہ بھی راضی، اس کا رسول بھی راضی، اس پر دیگر تمام ایمان لانے والے بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یاد رکھیں تقویٰ کا فیصلہ رضوان اللہ سے ہوا کرتا ہے اور اللہ کے نمائندوں کے حوالے سے تقویٰ نہیں ہوا کرتا۔ تقویٰ صرف خدا کا ہے اور اس مضمون میں تقویٰ اور نور دراصل ایک ہی چیز کے دو نام دکھائی دیتے ہیں مگر اس معاملے میں شاید میں کچھ باتیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں سر دست میں ایک دوسرے پہلو سے آپ کے سامنے یہ آیات رکھ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من اتبع رضوانہ" جو اللہ کی رضا چاہتا ہے اس کو محمدؐ رسول اللہ ہدایت دیتے ہیں "سبل السلام" سلامتی کے رستوں کی طرف۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ راستہ تو ایک ہی ہے جس کی طرف دعا سکھائی گئی کہ اے خدا ہمیں اس راستے کی طرف ہدایت دے وہ ہے "اھدنا الصراط المستقیم" سیدھے رستے کی طرف جس پر انعام یافتہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے کی ہمیں توفیق بخش۔ یہاں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے "یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ" جو بھی اللہ کی رضا چاہتا ہے اس کو یہ رسول ہدایت دیتا ہے "سبل السلام" سلام کے رستوں کی طرف۔ لیکن کیوں ان سلام کے رستوں کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ان کی اپنی منزل کس طرف ہے۔ فرمایا "ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ" وہ ان کو مختلف قسم کے اندھیروں میں سے نکالتا ہے نور کی طرف "باذنہ" اللہ کے حکم سے "یھدیھم الی صراط مستقیم" اور انہیں ہدایت دیتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔ تو وہ جو رستوں کا زیادہ ہونا ذہن میں تعجب پیدا کر رہا تھا کہ قرآن کریم تو ایک صراط مستقیم ہی کی طرف بلاتا ہے، اللہ کا رسول مختلف سلام کے رستوں کی طرف کیوں ہدایت دیتا ہے۔ یہ مضمون خوب کھل گیا اور مسئلہ حل ہو گیا۔ فرمایا کہ مختلف سلام کے رستوں پر ان کو چلاتے ہوئے صراط مستقیم تک پہنچا دیتا ہے اور صراط مستقیم تک پہنچنا ہی نور پانا ہے۔ پس جو بھی اندھیروں سے نکلتا ہے وہ یک دفعہ، ایک دم صراط مستقیم پر نہیں آ جایا کرتا۔ جو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے جستجو شروع کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو اللہ کے نور کے نور ہیں وہ اپنی روشنی کے پیچھے پیچھے ان کو چلاتے ہیں اور وہ روشنی ہمیشہ سلامتی کے رستوں پر چلاتی ہے، کیونکہ جو رستے روشن ہوں ان میں ٹھوکر کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ جن رستوں پر اندھیرے ہوں یا سائے ہوں کچھ نہ دکھائی دینے والے خطرات چھپے ہوئے ہوں ان کو سبل السلام نہیں کہا جا سکتا۔

پس سبل السلام کا ایک تعلق ظلمات کے جمع ہونے سے ہے۔ ظلمات کا لفظ جمع میں استعمال ہوا ہے یعنی مختلف قسم کے انسان مختلف قسم کے اندھیروں میں مبتلا ہیں۔ کچھ شرک کے مختلف اندھیروں میں مبتلا ہیں، کچھ بالعمد گناہ کے، کچھ دہریت کے اندھیروں میں مبتلا ہیں، کچھ نفس کی اندرونی کمزوریوں میں طرح طرح سے اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ ان سے نکلنے کی راہ نہیں پاتے، یہ سب ظلمات ہیں۔ ہر ظلمت سے نکلنے کی ایک الگ راہ سلام ہے اور ہر راہ سلام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم روشنی ڈال رہے ہیں۔ یعنی کوئی بھی ایسی پیچیدگی نہیں جس میں انسان گھیرا گیا ہو، جس سے نکلنے کی راہ نہ پاتا ہو مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہر ایسے موقع پر ہدایت کی راہ دکھائی ہے اور وہ راہ سلامتی کا رستہ ہے۔ اس راہ کو اختیار نہیں کرو گے تو خطرات میں گھرے رہو گے۔ اس راہ پر نہیں چلو گے تو ان خطرات کا لقمہ بن جاؤ گے، ان کا نشانہ ہو جاؤ گے۔ اور یہ جو سلامتی کی راہ ہے یہ محض خطروں سے بچانے کی خاطر نہیں بلکہ نور کی طرف لے جانے اور صراط مستقیم تک پہنچانے کے لئے اختیار کرنی

ضروری ہے۔ اس لئے کس طرح رفتہ رفتہ انسانی نفس میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کس طرح وہ مختلف خطرات کے چنگل سے نکل کر آخر صراط مستقیم تک پہنچتا ہے۔ اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ یہ تبھی ممکن ہے اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرو اور اپنی ہر خامی کے مقابل پر وہ تعلیم ڈھونڈو جس میں اس خامی کا علاج ہے۔ اور ایک بھی انسانی کمزوری ایسی نہیں، ایک بھی انسانی ظلمت ایسی نہیں ہے جس کے مقابل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم معین طور پر سہارا نہ دے رہے ہوں اور معین طور پر روشنی نہ ڈال رہے ہوں۔ پس نور ایسا ہے جو رسول کی صورت میں اترا، نور ایسا ہے جس کے ساتھ ایک نورانی کتاب اتری، نور ایسا ہے جو ہر اندھیرے کے خواص کے مقابل پر ایک روشنی کا جواب اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ معین رستے بیان فرماتا ہے جہاں سے چل کر بالآخر تمہارا سفر نور کا سفر ہو جائے گا۔ "یخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ"۔ "باذنہ" سے وہی بات پہلے والی دوبارہ سامنے کھول کر رکھ دی کہ نبی کتاب سے تبیین کرتا ہے۔ اس کتاب سے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے نور نازل فرمائے ہیں۔ نبی خود نور ہے مگر پھر بھی اپنی ذات سے از خود کوئی تعلیم نہیں دیتا۔ وہ تعلیم جو قرآن کریم میں اتری ہے اسی تعلیم سے استفادہ فرماتا ہے۔ پس یہ جب اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے تو ہر ایسے موقع پر "باذنہ" اللہ کی طرف سے مجاز ہوتا ہے، اللہ کی ہدایت کے تابع ایسا کر رہا ہوتا ہے اس لئے اس کے پیچھے چلنے میں کوئی خوف نہیں ہے، کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جو خود بھی نور ہو، جس کی ہدایت کی کتاب بھی نور ہو، جو ہر قدم پر اللہ کی رہنمائی اور اجازت سے اقدام کرتا ہے، اس سے زیادہ محفوظ راہنما دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے۔

> **ہر ظلمت سے نکلنے کی ایک الگ راہ سلام ہے اور ہر راہ سلام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم روشنی ڈال رہے ہیں**

پس یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نزول نور کے طور پر اور قرآن اور بنی نوع انسان سے آپ کے تعلق کے مضمون میں یہ آیت بہت ہی حیرت انگیز طور پر جامع اور مانع ہے مگر ایک پیغام ہے، ایک ہدایت ہے۔ اے اہل کتاب ایسا کرو کیونکہ تمہارے پاس وہ رسول آچکا ہے۔ اس لئے رسول سے مراد وہ رسول ہے جس کا ذکر اہل کتاب کے صحیفوں میں ملتا ہے۔ جب "الکتاب" کہتے ہیں تو ایک کتاب مراد نہیں ہے۔ بظاہر عنوان الکتاب ہی کا دیا جاتا ہے مگر وہ کتاب جس کو Old Testament کہا جاتا ہے اس میں کئی صحیفے ہیں، کئی کتب ہیں۔ پس "الکتاب" میں وہ ساری کتب شامل ہیں اور ان سب کتب میں کسی نہ کسی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیش گوئی موجود ہے۔ اب اس کے نتیجے میں کیا واقعہ ہوا؟ کیا کسی نے قبول کیا؟ اگر کیا تو اس کو خدا نے اس کا کیا اجر دیا یہ جواب ہے جو سورہ الاعراف آیت ۱۵۸ میں بیان ہوا ہے۔ اور الاعراف میں اس کا بیان ہونا بہت ہی ایک لطیف شان رکھتا ہے کیونکہ اعراف وہ سورۃ ہے جس میں یہ پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے ساتھی جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی ایک بہت ہی بلند مقام پر فائز ہونگے اور آنے والوں کو ان کے چہرے دیکھ دیکھ کر پہچانیں گے۔ ان کو دیکھتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ جہنمی لوگ ہیں یا جنتی لوگ ہیں اور جنتی لوگوں کو وہ جنت کی خوش خبریاں دیں گے۔ پس سورہ الاعراف میں ان کی پہچان بیان فرمائی گئی کہ اب ہم ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جنہوں نے اس ہدایت کو قبول فرمالیا جو ان کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔

فرماتا ہے "الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ" دیکھو کیسے خوش نصیب لوگ ہیں، ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے اس رسول کی پیروی کی جن کی پیروی کی ان کو ہدایت کی گئی تھی۔ "النبی الامی" ایسا نبی جو امی ہے۔ پس اگر ہدایت دیتا ہے تو اللہ سے علم پا کر دیتا ہے ورنہ اپنی ذات میں وہ ہدایت دینے کا دعویٰ ہی نہیں کرتا۔ "الذین یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ" وہ وہی نبی ہے جس کے متعلق وہ تورات میں اپنے پاس لکھا ہوا دیکھتے ہیں "والانجیل" اور انجیل میں بھی۔ پس اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا تھا آؤ اور اس نبی کی پیروی کرو جو سراپا نور ہے اور اب بتایا جارہا ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ایسے بھی خوش نصیب ہیں جو پیروی کرتے ہیں "یامرھم بالمعروف" اب اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کا مطلب کیا ہے۔ اس کی تفصیل بیان ہو رہی ہے کہ جب یہ محمدؐ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں تو "یامرھم بالمعروف" ان کو ہدایت دیتا ہے، امر فرماتا ہے یعنی لفظ امر کا لفظی ترجمہ تو حکم ہے مگر مراد یہی ہے کہ ان کو تلقین فرماتا ہے، ان کو ہدایت دیتا ہے "بالمعروف" نیک کاموں کی "وینھاھم عن المنکر" اور ان کو معیوب باتوں سے روکتا ہے "منکر" ایسی معیوب باتیں جو ہر جگہ، ہر ملک، ہر قوم میں انسانی فطرت کی رو سے بری سمجھی جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جھوٹ جھوٹ ہے، ظلم ظلم ہے، دھوکہ دھوکہ ہے، یہ ایسی باتیں ہیں جو کھلی کھلی سب کے علم میں ہیں اور کسی کتاب کے حوالے سے آپ نہیں کہا کرتے، کتاب کے حوالے سے کہہ تو سکتے ہیں مگر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ جھوٹ بری بات ہے۔ پس فرمایا وہ ان کو منکر سے روکتا ہے۔ "ویحل لھم الطیبات" اور بہترین چیزیں ان پر حلال کرتا ہے۔ صرف وہ چیزیں حلال نہیں کرتا جو کھائی جا سکتی ہیں۔ جو کھائی جا سکتی ہیں ان میں جو سب سے اچھی ہیں وہ ان پر حلال کرتا ہے "ویحرم علیھم الخبائث" اور جو خبیث چیزیں ہیں اور پلید چیزیں ہیں وہ ان پر حرام کر دیتا ہے "ویضع عنھم اصرھم" اور ان پر سے ان کے بوجھ اتارتا ہے "والاغلال التی کانت علیھم" اور طوق ان کے کھولتا ہے گردنوں سے اور اتار کے پھینک دیتا ہے جو ان کی گردنوں میں مدتوں سے پڑے ہوئے تھے۔ کیسا عظیم مضمون ہے اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کا۔ وہ سبل السلام بیان فرما دی گئیں جن کا اس آیت میں ذکر تھا کہ امن کی جو راہیں یہ کھولتا ہے یہ تمہیں پکڑ کر امن کے رستوں پر چلاتا ہے، ان سب امور میں یہ محنت کرتا ہے اور تمہیں ہر معاملے میں، ہر مصیبت سے بچاتے ہوئے امن کی راہوں پر ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر لے کے چلتا ہے اور ساری محنت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف منسوب ہوئی ہے۔ یہ ایک بہت ہی پرلطف بات ہے۔ کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہم کمزوروں اور گنہگاروں پر محنت نہ فرماتے تو ممکن نہیں تھا ہمارے لئے، ہمیں نصیب نہیں ہو سکتی تھی وہ امن کی راہیں، ممکن نہیں تھا کہ ہم از خود اپنی طاقت سے ان پر چل سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر سارا بوجھ ڈال دیا ہے۔ اور یہ بوجھ ڈالنا منفی معنوں میں نہیں ہے بلکہ مثبت معنوں میں ہے فرمایا تم کیا چیز تھے یہ سب کچھ یہی رسول کر رہا ہے تمہارے لئے۔ تم نے صرف حامی بھری ہے اس کے پیچھے چلنے کی اور اسی کی جزا تمہیں عطا کی جارہی ہے۔ گردنوں کے طوق اتارے، خبیث چیزوں پر مطلع کیا، پاک چیزیں سمجھائیں، ہر قسم کی اچھی اور بری باتیں ان کو بتلائیں اور ان کے بوجھ اتار لئے۔ یہ بوجھ کیا ہیں اگر آپ ان کو نہیں سمجھیں گے، اگر ان طوقوں پر نظر نہیں رکھیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے گردنوں سے اتار پھینک دئے تھے اور یہ خطرہ محسوس نہیں کریں گے کہ کہیں ہم نے ان بوجھوں کو پھر تو نہیں اٹھالیا۔ ان گرے پڑے دھتکارے ہوئے بوجھوں کو پھر تو نہیں اٹھا کے اپنے کندھوں پر لگا بیٹھے یا وہ گردن کے طوق پھر تو نہیں پہن لئے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں آزادی بخشی تھی۔ پس وہ تمام رسوم، وہ تمام جاہلانہ باتیں، وہ تصورات، وہ توہمات وہ روایتی ایسی بدعادات جو قوموں کے اوپر واقعتاً ان کے پاؤں کی زنجیریں بن جاتی ہیں یا گردنوں کے طوق بن جاتی ہیں ان کو راہ راست پر، ہدایت کے رستوں پر چلنے کی توفیق نہیں رہتی۔ وہ ساری باتیں ایسی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے باخبر فرما دیا ہے اور جب تک وہ بوجھ اتارے نہ جائیں، جب تک گردنوں کو طوقوں سے آزاد نہ کیا جائے "سبل السلام" کی طرف لے جایا جا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے آخر پر طوقوں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا ہے جب تک تم آزاد نہیں ہو گے تم کیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے چلو گے اور حضرت محمدؐ رسول اللہ تمہیں آزاد کرنے کا بھی ذمہ لیتے ہیں۔ خود تم پر محنت کریں گے، تمہیں پاک وصاف کریں گے، تمہیں ہلکا کر دیں گے تاکہ آسانی سے تم سلامتی کی راہوں پر دوڑ سکو اور پھر تمہاری گردن کے طوق کاٹ کے کہیں گے آؤ اب چلو۔ جس طرح ڈرائیور دنیا میں بھی انجن چلا کر بریک سب سے بعد میں اٹھاتا ہے اور یہی سب سے محفوظ طریق ہے تو جب تک بریکوں سے پاؤں نہ اٹھے آزادی نصیب نہ ہو، موٹر ہر طرح سے تیار بھی ہو تو چل نہیں سکتی۔ تو پہلے اس کا انجن درست کیا، اس کے اندر ساری خامیوں سے پاک وصاف کیا، اس کو چلنے کی طاقت بخشی اور پھر گردنوں کے طوق کاٹ کر پھینک دئے یعنی وہ دنیا کی آلائشیں، وہ دنیا کے تعلقات جو یہ سمجھ آنے کے باوجود کہ یہ اچھی راہ ہے انسان کو اس راہ پر چلنے سے باز رکھتے ہیں۔ کیا یہ طوق ہماری گردنوں سے ایک دفعہ جو کاٹ کے پھینک دئے گئے دوبارہ ہماری گردنوں میں آ تو نہیں گئے؟ یہ فیصلہ ہر انسان کے لئے بڑا آسان ہے۔ جب بھی اسے برائیوں سے روکا جاتا ہے، جب بھی اسے نیک باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے تو اس کے دل سے ہمیشہ، بلا استثناء ایک آواز اٹھتی ہے۔ ایک آواز یہ اٹھتی ہے کہ الحمد للہ میں تو اس معاملے میں تیار بیٹھا ہوں سفر کے لئے، سفر پہ روانہ ہونے والا ہوں اور ایک آواز اٹھتی ہے کہ بہت بوجھل تعلیم ہے، بڑا مشکل کام ہے۔ اتنی باتوں پہ کون عمل کر سکتا ہے۔ اور ایسا انسان پھر وہیں بیٹھا کا بیٹھا رہ جاتا ہے۔ پھر کچھ ایسے ہوتے ہیں جو فیصلہ تو یہی دیتے ہیں کہ یہ بہت مشکل تعلیم ہے ہم "سبل السلام" پر چلنے کے ابھی اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے مگر بے چین ضرور ہوتے ہیں۔ بے قراری دل میں پیدا ہوتی ہے، اپنے آپ پر حسرت کی نظر ڈالتے ہیں۔ کہتے ہیں کاش ہم بھی وہ ہوتے جو اس رسول کے پیچھے سلام کے رستوں پر ہلکے قدموں کے ساتھ پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہوتے۔ ان کا معاملہ ایسا ہے جن پر اکثر اللہ اپنے رحم کی نظر ڈالتا ہے اور سوائے اس کے کہ خدا کی حکمت کاملہ سمجھے کہ ان کے اندر بعض ایسی بنیادی کمزوریاں ہیں کہ ہدایت کے لائق نہیں ہیں، رفتہ رفتہ ان کے بھی بوجھ اتار دئے جاتے ہیں۔ مگر یہ بات کہ بوجھ ہم پر ہیں کہ نہیں، یہ بات کہ ہماری گردنیں طوقوں کے اندر جکڑی ہوئی ہیں کہ نہیں، یہ کوئی ایسی راز کی بات نہیں ہے جس کو سمجھنا بالکل کوئی دور کی بات ہو، بڑے بھاری علم کی ضرورت ہو، یہ تو کھلی کھلی بات ہے۔

پس جب بھی خدا اور اس کے رسول کی کوئی آواز آپ کے کانوں میں پڑتی ہے اس وقت آپ کے دل کی کیفیات آپ کو بتا دیتی ہیں کہ کتنا آپ پر بوجھ ہے اور کس حد تک آپ آزاد یا قید ہیں۔ اور بسا اوقات

Earlsfield Properties

RENTING AGENTS 0181- 877 0762

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

بعض رستوں میں انسان آزاد ہوتا ہے اور بعض رستوں میں قید ہوتا ہے اور بیک وقت یہ سلسلہ جاری ہے۔ بعض سلامتی کے رستے ایک انسان اپنے مزاج کے مطابق آسانی سے طے کر رہا ہوتا ہے اور اسی وقت وہ دوسرے رستوں میں جکڑا ہوا بھی پایا جاتا ہے۔ بظاہر ایک شخصیت ہے مگر اس کے مختلف قالب مختلف رستوں پر بیٹھے ہی چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پس اس پہلو سے یہ جو Split Personality کا مضمون ہے جو گہری حکمت رکھتا ہے۔ نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں بعض لوگوں کی پرسنیلٹی Split ہو جاتی ہے۔ وہ بیک وقت اپنے آپ کو دو مختلف وجود سمجھ رہے ہوتے ہیں اور یہ وہ دیوانہ پن کی نشانی سمجھتے ہیں لیکن دیوانے کا کام نہیں بہت بڑے عارف کا بھی یہی کام ہے کہ اپنی Split Personality کو پہچانے اور دیکھے کہ میں کہاں کہاں تقسیم ہو چکا ہوں۔

جو خود بھی نور ہو، جس کی ہدایت کی کتاب بھی نور ہو، جو ہر قدم پر اللہ کی رہنمائی اور اس کی اجازت سے اقدام کرتا ہے اس سے زیادہ محفوظ راہنما دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے

اسی لئے جنت میں جو سات دروازوں کا حکم ہے کہ سات دروازوں سے انسان داخل ہو سکتا ہے یا جہنم کے مختلف دروازوں کا ذکر ہے تو اس میں یہی حکمت ہے۔ یہ تو نہیں کہ ایک آدمی بٹ کر، پھٹ کر، سات چیتھڑے بن جائے گا۔ ایک چیتھڑا ایک دروازے سے جا رہا ہو گا اور دوسرا چیتھڑا دوسرے دروازے سے جا رہا ہو گا۔ اس کی جو روحانی طور پر Split Personality ہے وہ جب جنت میں داخل ہوگی تو لطف وہ اٹھائے گی اگر وہ سات دروازوں والی Personality ہے کہ سات گنا لطف اس کو دوسروں سے زیادہ آ رہے ہونگے یا ایسے ایسے لطف آ رہے ہونگے جن میں بعض دوسرے شریک نہیں ہو رہے ہوں گے۔ پس ایک سات دروازوں والی جنت ہے اور بظاہر وہی جنت ہے جس میں سب داخل ہو رہے ہیں مگر کوئی ایک دروازے سے داخل ہو رہا ہے کوئی دو دروازوں سے داخل ہو رہا ہے کوئی تین دروازوں سے داخل ہو رہا ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر ایک بڑا مکروہ نظارہ ہے کہ جہنم میں بھی مختلف دروازے ہیں اور کوئی تمام دروازوں سے وہاں داخل ہو رہا ہے۔ جہنم کی تمام تر بدبختیاں اٹھائے ہوئے، ہر قسم کے طوق اپنی گردنوں میں ڈالے ہوئے جو جہنم میں بھی اس کی گردن پر اسی طرح پڑے رہیں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر قرآن کی صورت میں نازل ہوئیں اور آپؐ نے اپنے نور سے ہم پر روشن فرمائیں اور اس کی تفصیل میں کوئی ایک ایسا پہلو بھی باقی نہیں چھوڑا جو سمجھانا ضروری ہو اور آپ نے نہ سمجھایا ہو۔ اتنی باریکیوں میں اترنے والا رسول ہے کہ تمام دنیا کے رسولوں کی تعلیمات کو اکٹھا کر کے دیکھ لیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس طرح تفصیلی روشنی ڈالی ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ اور جو اندھا ہو، بدنصیب ہو وہ جاہل انہیں باتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ ایسے بدبخت پیدا ہو جاتے ہیں جو نام رشد کا رکھتے ہیں اور مجسم ضلالت ہوتے ہیں۔ مذاق اڑاتے ہیں، طرح طرح کے آوازے کستے کہ دیکھو یہ کیسا رسول ہے جس نے وضو کی تفصیل بھی سکھائی ہے یہ بھی بتایا ہے کہ یہاں اس طرح کرو گے تو وضو ٹوٹ جائے گا، یہ بھی بتایا کہ دیکھو ایڑی کا خیال رکھنا، یہ حصہ جہنم میں نہ چلا جائے، اتنی باریک تفصیل کون انسان ان پابندیوں میں جکڑنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر سکتا ہے۔ بڑی مصیبت ہے، بڑا مصیبت کا مذہب ہے۔ حالانکہ اس مضمون کو آپ دوسرے زاویے سے دیکھیں تو اتنا کامل مذہب ہے، اتنا Advanced مذہب ہے کہ کوئی باریک سے باریک ایسا خطرہ نہیں جو ایک مسافر کو رستے میں پیش آ سکتا ہو جس کے متعلق کھلے کھلے سائن بورڈ نہ لگا دیئے گئے ہوں روشن حروف میں نہ لکھا گیا ہو۔ اور تفصیل میں خطرات سے آگاہ کرنا اور تفصیل کے ساتھ اس منظر کی خوبیوں پر آگاہ کرنا جس منظر کی تلاش میں انسان نکلا ہے، جس سیر پہ انسان روانہ ہوا ہے، یہ انتہائی ترقی یافتہ صورتیں ہیں نہ کہ وہ جیسے ایک جاہل کو نظر آ رہا ہے کہ دخل اندازی ہو رہی ہے۔

اب وہی جاہل جب انگلستان میں یا امریکہ کی سڑکوں پر موٹر پر روانہ ہوتا ہے تو کبھی اس کو خیال بھی نہیں آیا کہ کس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ جگہ جگہ بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ یہاں خطرہ ہے آگے ٹریفک بند ہو رہی ہے، آگے پھسلن آ گئی ہے، آگے Black Ice ہے، آگے موڑ بڑا سخت ہے تو اس کو تو اس ملک کو چھوڑ کر بھاگ جانا چاہئے۔ ایسا جاہلانہ ملک کوئی باریک سے باریک چیز بھی نہیں ہے جس کو چھوڑ دیا گیا ہو اور ہدایتیں ہیں، سیر پر جا رہے ہیں کہ دیکھو فلاں پہاڑی میں فلاں جگہ دیکھنا نہ بھولنا، وہاں ایک غار بھی ہے، اس غار کا منظر بڑا ہی خوبصورت ہے۔ اس میں آواز دو گے تو نیچے سے تمہیں اپنی آواز سنائی دے گی اور اس رنگ میں سنائی دے گی جیسے وہ کئی آوازیں بن چکی ہے اور ایک کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی ایک کم گہرائی سے پھر دوسری زیادہ گہرائی سے، پھر اس سے زیادہ گہرائی سے آواز آئے گی۔ ایک حیرت انگیز گوش کی جنت یعنی کانوں کی جنت بن جاتی ہے۔ یہ شخص وہاں پہنچے، دیکھے کہے کیسا پاگلوں والا ملک ہے، ہر خوبصورت جگہ کی تفصیل بے ضرورت خواہ مخواہ بیان کی ہوئی ہے۔ ہم باشعور لوگ نہیں ہیں؟ کیا یہ ترقی یافتہ زمانہ نہیں ہے؟ کیا ہم خود نہیں سمجھ سکتے کہ فلاں چیز دیکھنی ہے اور فلاں نہیں دیکھنی ہے؟ لیکن کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب تک ان گائیڈز (Guides) کو لے کر ساتھ نہ چلیں جو کسی نئے ملک کے سفر میں آپ کی رہنمائی کرتی ہیں کہ کیا دیکھنا اور کن خطروں سے بچنا نہ انسان خطروں سے بچ کر واپس آ سکتا ہے نہ ان مناظر کے حسن سے صحیح لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ تو قرآن کریم میں جس رسولؐ کا تعارف فرمایا گیا ہے وہ وہ نور ہے جس نے ہر چیز کی تفصیل بیان کر دی ہے، ہر خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ بات کھولتا ہے پھر گردنوں کے طوق اتارتا ہے پھر کہتا ہے آؤ میرے پیچھے چلو جس راہ پر میں چلوں گا وہ سلامتی کی راہ ہو گی اور یہ راہ ایک ہی طرف چلتی ہے۔ جس طرف سے بھی آؤ گے میرے پیچھے لگو گے تو لازماً صراط مستقیم پر پہنچو گے اور صراط مستقیم وہ ہے جو نور کا سفر ہے۔ تو نور پر آنے سے پہلے اندھیروں سے نجات ضروری ہے اور اندھیروں سے بیک وقت نجات ضروری نہیں بلکہ کوشش فرض ہے پھر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے استفادہ کرو گے تو ہر اندھیرے سے نکلنے کی ایک راہ آپؐ بتائیں گے۔ اس راہ پر چلو اس حد تک تم سلامتی کی راہ پر چل رہے ہو گے۔ پھر ایک اور راہ اختیار کرو گے وہ بھی سلامتی کی راہ ہو گی یہاں تک کہ اپنے نفس کا جتنا گہرائی سے جائزہ لو گے، جتنا اپنے اندھیروں سے، اپنی ذات کے اندھیروں سے آگاہ ہوتے چلے جاؤ گے اتنا ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ضرورت تم پر روشن ہوتی چلی جائے گی۔ اور کوئی بھی الجھن ایسی نہیں ہے جس کا حل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پیش نہ فرما دیا ہو کیونکہ فرمایا "یخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ" ہر قسم کی ظلمات سے وہ اللہ کے حکم سے ان کو نکالتا چلا جاتا ہے "و یھدیھم الی صراط مستقیم" اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اس مضمون کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فالذین آمنوا بہ و عزروہ و نصروہ" پس وہ لوگ جو اس رسول پر ایمان لے آئے جس پر ایمان لانے کی اہل کتاب کو اور ان کے حوالے سے سب دنیا کو دعوت دی گئی تھی "وعزروہ" اور اس کو طاقت پہنچائی۔ اب ایمان لانا کافی نہیں ہے جب تک اس رسول کو تقویت نہ پہنچائیں جس نے سب دنیا کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ اس کو مددگاروں کی ضرورت ہے اس کو ایسے ہی اور وجودوں کی ضرورت ہے جو اس کے پیچھے چل کر محض اپنی نجات پر مطمئن نہ ہوں بلکہ اسی کے رنگ میں رنگین ہو کر تمام بنی نوع انسان کی نجات کے لئے کوشش شروع کر دیں "عزروہ و نصروہ" وہ اس کو طاقت پہنچاتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اس کی نصرت کرتے ہیں۔ "واتبعوا النور الذی انزل معہ" اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یعنی کتاب۔ پس بارہا اس سلسلہ مضامین میں میں نے جو آپ کو متوجہ کیا ہے کہ نور کی حیثیت سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور کتاب میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ کتاب جو کچھ کہتی ہے اسے محمدؐ نے اپنا لیا اور اس لئے کہ محمد رسول اللہ کا نور اپنی ذات میں نور ہونے کے باوجود بنی نوع انسان پر ہدایت کے لئے نہیں چمکا جب تک کہ وہ کتاب نہ نازل ہو گئی جس میں نور تک پہنچانے کے لئے تمام تفاصیل موجود تھیں، ہر قسم کے احکامات موجود تھے۔ یہ ہے مضمون جسے "نور علیٰ نور" کہا گیا ہے۔ اس لئے "نور علیٰ نور" کہہ کے محض خالی تصور میں ایک نشے کی حالت پیدا نہ کیا کریں کہ آہاہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم "نور علیٰ نور" ہیں جب کہ کچھ بھی آپ کو پتہ نہیں کہ مطلب کیا ہے۔ صرف عظمت کے خیال سے اپنے دل کو مطمئن نہ کیا کریں سمجھنے کی کوشش کریں کہ عظمت ہے کیا، "نور علیٰ نور" کہتے کس کو ہیں۔ جب آپ سمجھیں گے تو آپ حیران رہ جائیں گے یہ دیکھ کر یا آپ کا دل بلیوں اچھلنے لگے گا یہ معلوم کر کے کہ یہ نور تو وہ ہے جس تک پہنچنے کے لئے میں بنایا گیا ہوں۔ جو میری ہدایت کرے گا خود اپنے نور کی طرف۔ سارا سفر کروا کے آخر کہاں پہنچا دے گا "واتبعوا النور الذی انزل معہ" اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا یعنی قرآن کریم "اولائک ھم المفلحون" یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

تم نور کی پیروی کرنے والے خدا کے حضور اس وقت لکھے جاؤ گے جب تم اپنی تمام تر طاقتیں جو کچھ تمہیں نصیب ہوئی ہیں محمدؐ رسول اللہ کے رستے میں جھونک دو گے تا کہ محمدؐ رسول اللہ اور آپؐ کے دین کو طاقت ملے

اب آپ یہاں ترتیب پر بھی غور فرمایئے "والذین آمنوا بہ" پہلا ایمان پھر اس کو طاقت پہنچانا۔ ایمان لا کر خالی بیٹھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو ایمان لاتا ہے کہتا ہے جی میں ایمان لے آیا ہوں کافی ہو گیا۔ صرف ایمان لا کر عمل کرنا بھی نہیں ایمان لا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-478 6464 | 0181-553 3611

مقاصد کو تقویت پہنچانا یہ پہلی شرط رکھی ہے ایمان کے بعد "ونصروہ" اور ہر طرح سے اس کی مدد کرنا۔ اس کے بعد فرمایا "واتبعوا النور الذی" پھر وہ نور کی پیروی کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اتباع نور ممکن نہیں ہے کہ محض ایمان سے حاصل ہو جائے۔ تم نور کی پیروی کرنے والے خدا کے حضور اس وقت لکھے جاؤ گے جب تم اپنی تمام تر طاقتیں جو کچھ تمہیں نصیب ہوئی ہیں محمدؐ رسول اللہ کے رستے میں جھونک دو گے تاکہ محمدؐ رسول اللہ اور آپؐ کے دین کو طاقت ملے۔ اور ہر طرح سے اس کی نصرت کرو گے جس نے تمہاری نصرت فرمائی ہے۔ پس دیکھیں وہ کمزور لوگ جن میں اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ اپنے نفس کے بندھنوں سے آزاد ہو سکتے ان کو محمدؐ رسول اللہ نے آزاد کروایا ہے اور آخر پر خدا کی طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ اب اس کی مدد کرو، اب اس کو طاقت پہنچاؤ۔ ایسے عظیم محسن ہیں کہ تم جو چاروں طرف سے ظلمات میں گھرے پڑے تھے، ایک قدم اٹھانے کی طاقت نہیں تھی، سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے تھے، تمہارے سارے بندھن توڑے، تمہیں طاقت بخشی، تمہیں اٹھایا، تمہیں پیچھے چلایا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس رسول کی مدد کرو، اس کو طاقت پہنچاؤ، کیونکہ صرف تم تک طاقت پہنچانا مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ یہ وہ رسول ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا ہے اور کام ابھی باقی ہے۔ ابھی بہت بڑا سفر ہے جو طے کرنا پڑے گا۔ اور اس سفر میں جتنے جتنے غلام آزاد ہوتے چلے جائیں گے وہ سارے کے سارے حضرت محمدؐ رسول اللہ کے معین اور مددگار بن جانے چاہئیں۔ ایسا کرو گے تو پھر خدا کے نزدیک تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہو گا "واتبعوا النور الذی انزل معہ" ہاں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فی الحقیقت اس نور کی پیروی کی ہے جو اس کے ساتھ اتارا گیا تھا۔ "اولٰئک ھم المفلحون" یقیناً یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔

دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے دل میں درد اتنا پیدا ہونا چاہئے کہ سب دعاؤں سے دین کی دعا فوقیت لے جائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس عبارت سے میں نے ایک اقتباس پیش کیا تھا اس کا ایک حصہ باقی تھا اور اس کا اسی مضمون سے تعلق ہے۔ اس لئے اب آخر پر میں اس عبارت کے حوالے سے آپ کو اس مضمون کی بعض اور باریکیاں سمجھاتا ہوں۔ میں نے گزشتہ خطبے میں یہ عرض کیا تھا کہ "میرے نزدیک آگ اگر اسے نہ بھی چھوئی ہوتی تو وہ بھڑک اٹھنے پر تیار تھا" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آگ کی انتظار تھی، آگ چھوئے گی تو پھر وہ بھڑکے گا۔ آگ سے پہلے بھڑک تو سکتا تھا مگر جب آگ کا شعلہ پڑا تو بھڑک اٹھا، یہ ہرگز مراد نہیں۔ آگ کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وجود سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ آگ کے متعلق تو محمدؐ رسول اللہ کے کامل غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ فرمایا کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ وہ آگ جسے ابراہیم پر بھڑکنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی کیسے اسے اجازت مل سکتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس شفاف نورانی تیل پر بھڑکے گویا وہ تیل اس کی بھڑک کا محتاج تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ" یعنی آگ کی ضرورت نہیں ہے اس کو۔ روشن کیسے ہو گا؟ "یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت ولطافت ونورانیت پر واقعہ" یعنی یہ وہ صفات ہیں جن کی سب سے اعلیٰ درجہ کی صفت نورانیت ہے۔ اور جو نورانیت سے روشن ہونے پر تیار بیٹھا ہو اس کو آگ کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا "کہ الہام سے پہلے ہی" اب الہام تو آگ نہیں ہے "الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے۔ "نور علیٰ نور" یہ ہے نور علیٰ نور۔ پس الہام قرآن کریم ہے جو کلام کی صورت میں آپؐ پر نازل ہوا اور نور علیٰ نور سے مراد وحی الٰہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر، نور پر چمکی تو ایک نور علیٰ نور کا منظر پیدا ہو گیا۔ فرماتے ہیں "یعنی جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا۔ اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے"۔

اب جہاں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی گہری سیرت کا بیان فرمایا ہے۔ اس سیرت کا نہیں جو ان لوگوں کو نظر آتی ہے جن کی نگاہ کملی پر ٹھہر جاتی ہے۔ اس سیرت کا ذکر فرمایا ہے جسے کملی لپیٹے ہوئے ہے یعنی سیرت باطنہ جو آپؐ کے روح کی سیرت ہے، آپؐ کے دل کی سیرت ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روشنی ڈالتے ہوئے ہمیشہ کوئی ایسی بات بیان فرما دیتے ہیں جس سے اچانک ہمارا اس نور سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اور ہم پر ایک فریضہ عائد ہو جاتا ہے کہ لطف تو اٹھا لئے قلب ونظر نے مگر اب پیچھے بھی چلو۔ اگر پیچھے نہیں چلو گے تو نور کی محبت کے دعوے سب جھوٹے اور فرضی ہیں۔ فرمایا یہ ثابت ہوا ہے کہ اگر اللہ کا نور چاہتے ہو تو لازماً پہلے نور بننا ہو گا۔ اگر نہیں بنو گے تو تم وہیں کے وہیں پڑے رہ جاؤ گے اور تمہیں نور عطا نہیں ہو گا۔ پس جن آیات کی میں نے تلاوت کر کے آخری نتیجہ نکالا تھا یہ بعینہ وہی نتیجہ ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسری آیت کے حوالے سے نکال رہے ہیں کہ جب تم محمدؐ رسول اللہ کی متابعت کرو گے تو پہلے درجہ بدرجہ نور بنتے چلے جاؤ گے۔ جب بنو گے تو پھر اس نور کی پیروی کے مستحق قرار دئے جاؤ گے جس پر آسمان سے شعلہ نور اترتا ہے۔ "یہ اشارہ فرمایا کہ نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے، تاریکی پر وارد نہیں ہوتا"۔

تم محمدؐ رسول اللہ کی نصرت پر مستعد ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری نصرت پر مستعد ہو جائے گا

پس جن جن گوشوں میں تم اندھیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے ہو، اندھیروں میں گھرے ہوئے مقید ہو۔ ان گوشوں میں بیٹھے ہوئے تم پر خدا نہیں اترے گا۔ ہر اُس گوشے سے نکلنا ہو گا۔ ہر اس قید سے رہائی پانی ہو گی۔ مگر خوش خبری یہ ہے کہ اللہ کا نور انتظار نہیں فرمائے گا کہ جب تک تم کامل طور پر ہر کمزوری سے آزاد نہیں ہو جاتے وہ تم پر جلوہ گر نہ ہو۔ جس حد تک بھی آزاد ہو گے تم راہ سلام پر چل پڑو گے۔ تمہارے وجود کا کوئی حصہ سلامتی کی راہ پر چل رہا ہو گا۔ پھر اور حصے بھی اس کے ساتھ شامل ہوتے چلے جائیں گے اور جن جن راہوں پر تم سلامتی کی راہ اختیار کرو گے وہاں خدا تعالیٰ سے تعلق کے آثار بھی دیکھو گے۔ اب یہ جو مضمون ہے جو ہم پر بہت سی بعض ایسی باتیں کھول دیتا ہے جسے لاعلم نہ سمجھ کر بعض نیک لوگوں پر اعتراض کرتا ہے۔ کئی ایسے لوگ دنیا میں دیکھے گئے ہیں کوئی نمازوں میں بہت اچھا ہے، کوئی چندوں میں بہت اچھا ہے، کوئی اور بہت سی خوبیاں رکھتا ہے، غریبوں کا بے حد ہمدرد ہے۔ غرضیکہ خوبیاں بہت سی ہیں اور وہ ساری "سبل السلام" ہیں۔ یہ نہ بھولیں کہ یہی وہ سلامتی کی راہیں ہیں جن پر محمدؐ رسول اللہ آپ کو نجات لے کر چلاتے ہیں، ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھاتے ہیں اور ان راہوں پر اگر یہ سبل السلام ہیں تو نور کا ایک حصہ تو ضرور وارد ہوتا ہو گا۔ کیونکہ یہ سارے رستے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ یہ سارے رستے قرآن کے بیان کے مطابق نور کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ تو کیا پتہ کہ جس راہ میں جا رہا ہوں وہ نور کی راہ ہے بھی کہ نہیں۔ اس دغدغہ کو دور کرنے کے لئے یا جو بھی وہم ہے اس کو دور کرنے کے لئے، یقین کی حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جزوی انعامات سے بخشتا رہتا ہے۔ اور جس دائرے میں وہ نیکی اختیار کرتا ہے، جس پاک راہ پر چلتا ہے اس راہ کے انعامات سے اس کو اس لئے محروم نہیں کر دیتا کہ جب تک تم تمام راہوں کو اختیار نہیں کرو گے میں تمہیں کسی راہ کی جزا نہیں دوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پس ایسے پاک لوگ جو ابھی پاکی کا سفر کر رہے ہیں ابھی سفر کا آغاز ہوا ہے ان کو آغاز ہی سے اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازنا شروع فرما دیتا ہے۔ اور باہر سے دیکھنے والا جو ان انعامات سے محروم ہوتا ہے جس کو پتہ ہی نہیں کہ تعلق باللہ کی کیا کیا منازل ہیں، کیسے کیسے اس کے عارفانہ مضامین ہیں وہ اپنی جہالت میں اور کچھ حسد کے نتیجہ میں اس کی ایک سچی رویاء کو دیکھ کر مذاق اڑاتا ہے کہ بڑا نیک بنا پھرتا ہے۔ ہمیں نہیں پتہ فلاں کمزوری اس میں واقع ہے۔ فلاں معاملہ میں تو یہ ٹھوکر کھا گیا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیار کے لئے یہی نظر آیا ہو۔ اب یہ اعتراض تو بظاہر ایک خاص معین طور پر ایک عام انسان پر کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ بھولنا نہیں چاہئے کہ اپنی مکمل صورت میں یہی اعتراض انبیاء پر بھی کیا جاتا رہا ہے۔ اور قرآن اس ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ ہر نبی کو اس اعتراض کا نشانہ بنایا گیا کہ خدا کو یہی نظر آیا ہے اپنے کلام کے لئے اور اپنے لئے انتخاب کرنے کی خاطر! ہم جانتے ہیں عام سا انسان ہے تو ان کی آنکھ جو دیکھ رہی ہے ایک نبی کو اس کو بھی اس لائق نہیں پا رہی کہ خدا اسے اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور حسد کی آنکھ ہے دراصل۔ پس حسد کی آنکھ تنگ ہوا کرتی ہے اور حسد کی آنکھ سے جب اپنے بھائیوں کو آپ دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف ایک برائی دکھائی دیتی ہے اور ارد گرد کا اس کا جو منظر ہے وہ نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ پس ایک Slit میں سے آپ دیکھتے ہیں اور اسی لئے چشم حسود کو تنگی کی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ آنکھیں جو حسد کی وجہ سے نبیوں کی خوبیاں دیکھنے سے بھی عاری ہو جاتی ہیں وہ لازماً یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ اس شخص میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خدا اسے اپنے کلام کے لئے چن لے۔ اور وہ انسان جو کمزور انسان ہیں جن کا نبوت سے کوئی رشتہ ہے تو محض غلامی کا رشتہ

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائینوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کرواسکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

ہے ان پر بھی اعتراض اٹھتا ہے۔ تو یہ فطری اعتراض ہے. انسانی فطرت کی بعض کمزوریاں جن میں حسد سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ کمزوریاں پاکوں پر حملہ کرواتی ہیں اور یہ نہیں دیکھتیں کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعہ اگر ایک بھی ہدایت کی راہ نصیب کی ہو تو اس ہدایت کی راہ کے نشان اس راہ پر بندے کو ضرور ملیں گے۔ اس لئے تم حسد کرو یا نہ کرو اس کا کوئی اثر بھی نیک رستوں پر چلنے والوں پر نہیں پڑے گا۔ لیکن دوسری طرف بھی ایک خطرہ ہے۔ جن راہوں میں تم محمدؐ رسول اللہ کی پیروی نہیں کرو گے وہاں ہمیشہ خطروں کی تلوار کے نیچے پڑے رہو گے۔ اس لئے اللہ بہتر جانتا ہے کہ تمہارا انجام کس صورت میں ہو۔ ایسا نہ ہو کہ بعض راہیں جن میں تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعہ سلامتی کی راہوں پر قدم مار رہے ہو ان کے مقابل پر ان راہوں کے خطرات بڑھ جائیں جن پر تم زنجیروں میں پڑے بند اندھیروں میں بیٹھے ہوئے ہو۔ تم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ایسے وقت میں موت آ جائے تو یہ ناکامی اور نامرادی کی موت ہے۔ اور اگر ایسے وقت میں آئے کہ ساری راہیں اس ایک راہ پر اکٹھی ہو جائیں جو نور کی ہے "واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون" تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یقینی طور پر کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔

جن جن راہوں پر تم سلامتی کی راہ اختیار کرو گے وہاں خدا تعالیٰ سے تعلق کے آثار بھی دیکھو گے

پس جہاں ان باریک راہوں پر نظر رکھیں، اپنے نفس کو ٹٹولتے رہیں، اپنے پر لازم کر لیں کہ ہم نے ضرور اس سفر میں آگے بڑھنا ہے وہاں اس کی بعض علامتیں اپنے اندر جانچتے رہا کریں، دیکھتے رہا کریں وہ پیدا ہوئی ہیں کہ نہیں۔ ہوئی ہیں تو آگے بڑھ رہی ہیں کہ نہیں۔ ان میں بعض موٹی موٹی علامتیں یہ ہیں کہ آپ دین کے لئے اپنی طاقتوں کو قربان کرتے ہوئے دین کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نہیں۔ اگر "عزروہ" کا عمل آپ کی ذات پر اثر نہیں دکھا رہا۔ اگر محمدؐ رسول اللہ کے احسان کی باتیں تو کرتے ہیں، آپؐ کے نور کے گیت تو الاپتے ہیں لیکن اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ اگر محسن اعظم کہتے ہیں۔ کہتے ہیں تو سب دنیا کا محسن ہے اور اپنے احسانوں کو بھول جاتے ہیں۔ آپ پر جو احسان ہوئے ان کا بدلہ اتارنے کی خواہش ہی دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ تو پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے احسانات کا بدلہ اس طرح اتارنے کی کوشش نہیں کریں گے کہ آپؐ کے دین کے غلبہ کی خاطر اپنی طاقت کو دین کی طاقت کی طرف منتقل کریں۔ وہ مالی طاقت بھی ہو سکتی ہے، وہ جسمانی طاقت بھی ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ ہر قسم کی طاقت جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے "عزروہ" کا عمل آپ پر ہونا چاہئے "و نصروہ" میں وہ کون سا زائد مضمون ہے جو "عزروہ" میں نہیں ہے۔ یہ بھی ایک قابل توجہ بات ہے۔ نصر کا دائرہ بہت وسیع ہے اور نصر دراصل اللہ کی طرف سے اترتی ہے۔ پس دعائیں جو ہیں وہ خصوصیت کے ساتھ "نصروہ" کے تابع آتی ہیں۔ وہ اپنی تمام طاقتوں کو ہی اس راہ میں نہیں جھونکتے، جان و مال ہی قربان نہیں کرتے مگر نصرت دیکر کرتے ہیں۔ اور نصرت کا بنیادی تعلق آسمان سے اترنے والی نصرت کے ساتھ ہے جو دعاؤں کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے دعائیں بھی فرض ہیں۔ دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے دل میں درد اتنا پیدا ہونا چاہئے کہ سب دعاؤں سے دین کی دعا فوقیت لے جائے اور جب بھی آپ پریشانیوں میں مبتلا ہوں تو کبھی کبھی اپنا جائزہ لے لیا کریں کہ آپ کو دین کی بھی ویسی ہی پریشانی لاحق ہوتی ہے جیسے اپنے روز مرہ کے کاموں میں، اپنی مصیبتوں میں، اپنے قرضوں میں، اپنی بیماریوں میں لاحق ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دین کی نصرت فرمائی انہی معنوں میں سب سے بڑھ کر نصرت فرمائی۔ ایک موقعہ پر بڑی حسرت سے آپ کہتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جن کا تمام ہم و غم بس دنیا ہی کے لئے ہے۔ اپنی مصیبتوں میں مبتلا، اپنے قرضوں کے جھگڑوں سے آزادی کی تمنا رکھنے والے اور دین کے معاملات سے یا غافل ہیں یا ہلکی سی سرسری سی توجہ ہے۔ جہاں اپنے لئے دعائیں مانگتے ہیں وہاں ضمناً کہہ دیتے ہیں اچھا دین کو بھی فتح عطا فرما دے۔ لیکن وہ دعا ہونٹوں سے اٹھتی ہے۔ اپنی مصیبتوں میں جو دعا مانگتے ہیں وہ دل کی گہرائی سے مضطر کی دعا بن کے اٹھتی ہے۔ آپ نے فرمایا تم دین کے لئے ہم و غم لگا لو پھر دیکھو کہ تمہارے کام اللہ کے کام بن جائیں گے۔ تم محمدؐ رسول اللہ کی نصرت پر مستعد ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری نصرت پر مستعد ہو جائے گا۔ بسا اوقات تمہیں خیال بھی نہیں آیا ہو گا کہ میری یہ ضرورت ہے اور آسمان سے اللہ تمہاری ضرورت پوری کر رہا ہو گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا اصل ہم و غم، اصل فکر دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے ہے جو اس کی جان کو لگ گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بہت ہی بلند اور ارفع صورت میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دین پر قربان ہو جانا محض وقتی طور پر اپنی جان قربان کر دینے کو نہیں کہتے۔ نہ اس بات کا نام ہے کہ تم دین کے خیال اور غم سے چھرا گھونپ کر مر جاؤ یا سنکھیا کھا کر جان دے دو۔ یہ تو محض جہالت اور ضیاع ہے۔ دین کی خاطر مرنا اس کو کہتے ہیں کہ دین کا غم تمہیں ایسا لگ جائے کہ تمہارا وجود گھول رہا ہو اندر اندر۔ وہی غم سب سے زیادہ تم پر کڑا گزرے یہاں تک کہ اس غم میں گھل گھل کر تم جان دے دو۔ انسان سمجھ رہا ہو گا کہ عام طور پر ایک جان گئی ہے طبعی اسباب نے اپنا اثر دکھایا ہے مگر اللہ جانتا ہو گا کہ یہ جان دین کے غم میں گئی ہے۔ اس کو کہتے ہیں جان قربان کرنا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن کا ذکر ان آیات میں چل رہا ہے جو مجسم نور ہو چکے تھے اس سلسلہ میں اللہ آپ کے حق میں گواہی دیتا ہے "فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا" (الکہف:۷)۔ دوسری آیت ہے "لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین" (الشعراء:۴)۔ تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ تو دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ بھی بیان فرمایا قرآن ہی کی تفسیر میں بیان فرمایا۔ جو کچھ بھی بیان فرمایا دین کی محبت میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عشق میں بیان فرمایا۔ یہی وہ سبل السلام ہیں جن پر چل کر آپ صراط مستقیم تک پہنچ سکتے ہیں۔

کہتی ہیں ڈھلی ہوئی نگاہیں اتریں گی زمین پر پناہیں
حالات سے کس طرح نباہیں جینا بھی اگر نہ لوگ چاہیں
منظر کی نہ تاب لا سکیں گی نگاہوں سے اگر ملیں نگاہیں
خیموں میں ہیں بےوطن مسافر خیموں کی کٹی ہوئی ہیں بانہیں
شاید انہیں مل گئے کھلونے بچوں کی بدل گئیں نگاہیں
آئے گا جواب آسماں سے بولیں گی ضرور سجدہ گاہیں
اچھی بھی ہے خاک اور بری بھی اتنا بھی نہ خاک کو سراہیں
چھوڑیں بھی ہمیں ہمارا کیا ہے اللہ سے اپنی خیر چاہیں
ہم سا بھی نہ ہو گا کوئی ناداں تجھ سے بھی اگر نہ ہم نباہیں
پتوں پہ لکھی ہوئی ہیں مضطر
موسم کی تمام اصطلاحیں

(محمد علی)

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۴ فروری ۹۶ء بروز بدھ مسجد فضل لندن کے احاطہ میں قبل از نماز ظہر حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

۱۔ مکرم و محترم الحاج سید محمد حلمی الشافعی صاحب آف مصر۔

۲۔ مکرمہ مسز انور جہاں صاحبہ اہلیہ سید ادیب الدین صاحب۔ لندن۔ (مرحومہ کے والد حکیم عبدالصمد صاحب، صحابی تھے)

اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

۱۔ مکرمہ امۃ الحفیظ ناصر صاحبہ اہلیہ مکرم خلیل ناصر صاحب مرحوم۔ نیویارک، امریکہ۔

۲۔ مکرم منور احمد صاحب کاہلوں ابن مکرم فیض احمد صاحب کاہلوں آف بہاولنگر حال جرمنی۔

۳۔ مکرم شکیل احمد صاحب ابن چوہدری نثار احمد صاحب آف سندھ حال جرمنی۔

۴۔ مکرم میاں حمید احمد علی صاحب ابن مکرم شیخ محمد بشیر احمد علی صاحب۔ جھنگ۔

۵۔ محترمہ سلمیٰ رضا صاحبہ صدر لجنہ چک ۱۰۳۔ ۶۔ آر۔ بہاولنگر۔

۶۔ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا عبدالرحمان صاحب مرحوم راولپنڈی۔

۷۔ محترمہ حلیمہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم جمال الدین احمد صاحب۔ جھنگ۔

۸۔ محترمہ امۃ القیوم صاحبہ اہلیہ مکرم رانا سعید احمد صاحب کھرڑیانوالہ۔ فیصل آباد۔

۹۔ مکرم مرزا عطاء الرحمان صاحب (آپ محترمہ روحی شاہ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر ولی شاہ صاحب نائب امیر یوکے کے والد تھے)

۱۰۔ مکرم رانا فیض بخش صاحب نون۔ ملتان۔

۱۱۔ مکرمہ سلمیٰ خاتون صاحبہ بنت مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب آف جرمنی۔

۱۲۔ مکرم مولانا چوہدری عبدالمالک صاحب مربی سلسلہ ربوہ۔

۱۳۔ مکرم سید محمود احمد بخاری صاحب (ابن سید علی بخش صاحب ہوشیارپوری مرحوم صحابی) آف لاہور۔

۱۴۔ مکرمہ ست بھرائی صاحبہ (خوشدامن مکرم الحاج فضل الٰہی صاحب آف برمنگھم) پاکستان۔

MTV AHMADIYYA

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS

SKY

TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TEL: 01276-20916 FAX: 01276-678 740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

مختصر عالمی خبریں

(مرتبہ ابوالمسرور چوہدری)

سینیٹر کے بیان پر سخت ردعمل کا اظہار

[لندن]: "پاکستان یونائیٹڈ کرسچین آرگنائزیشن یو۔کے۔ کے سربراہ جارج فیلکس نے سینیٹر اقبال حیدر کے اس بیان پر شدید ردعمل ظاہر کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں ۱۹۹۵ء میں توہین مذہب کے قانون کے تحت کوئی ایک کیس بھی درج نہیں ہوا۔ جارج فیلکس نے کہا کہ سینیٹر اقبال حیدر کو بیان جاری کرنے سے قبل اس بات کا خیال رکھنا چاہئے تھا کہ وہ تضادات سے پاک ہو۔ وہ ایک طرف دعویٰ کر رہے ہیں کہ کوئی ایک کیس درج نہیں ہوا، دوسری طرف وہ احمدیوں کی شکایات کے اندراج کو پرانا قصہ قرار دے کر نظرانداز کر رہے ہیں۔ جارج فیلکس نے کہا کہ سینیٹر اقبال حیدر ایک سلجھے ہوئے سیاست دان اور قانون سے واقف مدبر ہیں۔ انہیں بخوبی علم ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق اس وقت تک محفوظ نہیں ہوسکتے جب تک مذہبی توہین کے قانون کی تلوار ان کے سروں پر لٹکتی رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ کیا سینیٹر اقبال حیدر یہ نہیں جانتے کہ حکومت نے ایک سے زیادہ مرتبہ وعدے کئے ہیں کہ وہ اس قانون کو ختم کر کے جمہوریت کے بین الاقوامی معیار سے پاکستان کے قوانین کو ہم آہنگ کرے گی۔ کیا انہیں یہ علم نہیں کہ جب بھی برطانوی اور یورپی پارلیمنٹ سمیت غیر ملکی زعماء نے حکومت پاکستان پر زور دیا تو حکومت نے ان قوانین کو تبدیل کرنے کا وعدہ کیا اور کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ پاکستان کے بعض لیڈروں نے برطانیہ میں قیام کے دوران ان وعدوں کو دہرایا اور غیر ملکی سیاست دانوں کی نظروں میں ہیرو بن گئے مگر جب وہ وطن واپس گئے تو بعض حالات میں ان کی سرزنش کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ جب تک حکومت ان تضادات سے آزاد نہیں ہوتی پاکستان کی اقلیتوں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے"۔ (جنگ لندن ۱۵ فروری ۱۹۹۶ء)

کیا آپ بھی خراٹے لیتے ہیں؟

دنیا میں بے شمار لوگ خراٹے لینے کا شکار ہیں۔ عام طور پر سوئے ہوئے شخص کو تو یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ خراٹے لے رہا ہے۔ لیکن اس کے قریب سوئے ہوئے اشخاص اس شور سے ضرور متاثر ہوتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ صرف برطانیہ میں ہی ۳۵ لاکھ افراد خراٹے لینے کی عادت کا شکار ہیں۔ جو لوگ خراٹے لیتے ہیں وہ سانس بجائے ناک سے لینے کے مونہہ سے لیتے ہیں۔ جب ہوا گلے میں سے گزرتی ہے تو گلے میں عضلات سے ٹکراتی ہے جس سے خراٹے لینے کی آواز آتی ہے۔ اب ڈاکٹروں نے ایک پلاسٹک کا پرزہ بنایا ہے جسے Gum Shield کا نام دیا گیا ہے۔ جس طرح مصنوعی دانت منہ میں ڈالے جاتے ہیں بالکل اسی طرح اس Gum Shield کو خراٹے لینے والا رات منہ میں ڈال لیتا ہے۔ یہ مونہہ سے ہوا کو گزرنے سے روکتا ہے جس کے نتیجے میں خراٹے لینے کی آواز بند ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ سوئے ہوئے اشخاص پرسکون نیند پوری کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات ڈاکٹر گلے کا آپریشن بھی کرتے ہیں اور ان عضلات کو کاٹ دیا جاتا ہے جو خراٹوں کی آواز پیدا کرتے ہیں۔

توہین رسالت کے قانون کے خاتمہ کا مطالبہ

[پاکستان]: عالمگیر برادری نے پاکستان میں توہین رسالت قانون کے بڑھتے ہوئے استعمال کے بارہ میں اپنی سنجیدہ رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دفعہ ۲۹۵/سی تعزیرات پاکستان کے ذریعہ پاکستان میں عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

جرمنی کی ایک انسانی حقوق کی ایسوسی ایشن نے حکومت پاکستان کو ایک میمورنڈم پیش کیا ہے جس میں اس امتیازی قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس میمورنڈم پر ۸۸۰۰۰ جرمنوں نے دستخط کئے۔ اس بات کا انکشاف ڈاکٹر جان جوسف، بشپ آف فیصل آباد نے کیا جو حال ہی میں جرمنی سے واپس آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جرمنی کی ایک انسانی حقوق کی انجمن Missio Aachen نے توہین رسالت کی دفعہ ۲۹۵/سی کے خاتمہ کی ایک مہم شروع کی جس پر ۸۸۰۰۰ جرمنوں نے دستخط کئے۔ یاد رہے کہ ۱۹۹۱ء سے پاکستان میں اس دفعہ کے تحت سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ بشپ نے بتایا کہ انسانی حقوق کی اس انجمن نے بون پریس کلب جرمنی میں ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا جس میں یہ میمورنڈم دستخطوں کے ساتھ جرمنی میں متعین پاکستانی سفیر اسد درانی کو پیش کیا۔ ڈاکٹر جان جوسف نے جو اس تقریب میں حاضر تھے۔ جرمن قوم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ دیگر قومیں بھی جن کے ضمیر بیدار ہیں، پاکستان میں ان امتیازی قوانین کے خاتمہ کے لئے آواز بلند کریں گی۔ بشپ نے کہا کہ دفعہ ۲۹۵/سی میں ترمیم کے بعد مذہب کے نام پر قتل ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے اور حکومت اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئی ہے کہ کسی ملزم کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی پیشگی منظوری کے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نومبر ۱۹۹۵ء میں ہونے والے ایک واقعہ کا تذکرہ کیا جس میں لاہور پولیس نے پانچ عیسائیوں کو گرفتار کیا جن میں سے ایک کی موت پولیس کی حراست میں واقع ہوئی۔

انہوں نے کہا کہ نہ صرف عیسائیوں اور احمدیوں کو نشانہ ستم بنایا جا رہا ہے بلکہ دیگر مسلمانوں پر بھی اس قانون کے تحت ظلم کئے جا رہے ہیں۔ بشپ نے امید ظاہر کی کہ حکومت پاکستان اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اس امتیازی قانون کو کالعدم قرار دے گی جس نے پاکستان کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا ہے۔ اس قانون کی وجہ سے پاکستان کا شمار ایک ترقی پذیر روشن خیال ملک کی بجائے متعصب حکومتوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ ملک میں انسانی حقوق کی فضا کو بہتر بنانے کے لئے توہین رسالت کے قانون کا فی الفور خاتمہ کیا جائے۔

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔
(مینیجر)

اذکروا موتاکم بالخیر

مکرم ناصر احمد صاحب ظفر کارکن امور عامہ ربوہ اپنی اہلیہ مرحومہ رشیدہ بیگم صاحبہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"خاکسار کی اہلیہ پابند صوم و صلوۃ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ، سادہ مزاج، خود دار، محنتی، مہمان نواز تھیں۔ زندگی بھر انہوں نے نہ زیورات کی تمنا کی اور نہ ہی قیمتی ملبوسات کی خواہش۔

اس کی دینداری کا یہ حال تھا کہ اس کا بیٹا عزیزم مبشر احمد ظفر جرمنی سے آیا تو اس نے والدہ سے عرض کیا کہ امی میں آپکو تحفہ لے کر دینا چاہتا ہوں آپ کیا پسند کریں گی۔ نیک دل والدہ نے کہا کہ ایک تو مجھے تفسیر صغیر خرید دیں دوسرا میری وصیت کا بقایا ادا کردیں چنانچہ سعید فطرت بیٹے نے فوری تعمیل کردی۔

جب سے حضور کے خطبات ایم۔ٹی۔اے پر شروع ہوئے ہیں خاکسار عینی شاہد ہے کہ اس نے حضور کا کوئی خطبہ (ماسوائے سفر کے) Miss نہیں کیا۔

ایک دن اس کے بیٹے نے جرمنی سے فون پر استفسار کیا کہ امی کوئی چیز چاہئے تو بھجوادوں اس پر اس کی والدہ نے کہا کہ بیٹا ایک سال سے لوگوں کے گھروں میں جاکر حضور کے خطبات سن رہی ہوں گھٹنوں میں درد ہوتا ہے چلا نہیں جاتا کبھی کسی کے گھر اور کبھی کسی کے گھر جانے سے طبیعت پر بوجھ بھی پڑتا ہے اگر تمہاری جیب اجازت دیتی ہے تو ایسا انتظام کردو کہ گھر بیٹھی اطمینان سے حضور کے خطبات سن سکوں۔ سعید فطرت بیٹے نے فوری مطلوبہ رقم بھجوادی جس سے گھر میں ہی حضور کے خطبات تادم واپسی باقاعدگی سے سنتی رہیں۔"

مکرم قاضی نجیب الدین احمد صاحب (لندن) لکھتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ وزیر بیگم صاحبہ اہلیہ قاضی شریف الدین صاحب مرحوم ۲۸ جنوری ۱۹۹۶ء کو کوئٹہ میں وفات پاگئی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ نے شادی کے بعد خود دعا اور شرح صدر کے بعد احمدیت قبول کی۔ پھر اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکر اپنے ہونے والے بچے کو جماعت کے لئے وقف کردیا۔ کوئٹہ کی مسجد کے سلسلہ میں دل کھول کر چندہ پیش کیا۔ آپ بہت دعا گو ملنسار خاتون تھیں۔ اپنوں اور غیروں کی مدد کے لئے ہر دم تیار رہتی تھیں۔ خلیفہ وقت اور جماعت سے بہت محبت اور پیار کا جذبہ رکھنے والی تھیں۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب امیر ضلع مظفر گڑھ (پاکستان) لکھتے ہیں:

"خاکسار کے والد صاحب مکرم فضل الرحمن بسمل صاحب کو فوت ہوئے تین سال ہوگئے ہیں۔ والد صاحب کی یاد بہت ستا رہی ہے۔ خاکسار کے دادا میاں عبدالرحمن صاحب ۹۸۔۱۸۹۷ء میں احمدی ہوئے اور خط لکھ کر اپنے والد میاں اللہ دین صاحب کو بیعت کرنے کی دعوت دی۔ آپکے والد صاحب کو بہت غصہ آیا اور چند احادیث نزول مسیح کے بارے میں لکھ کر قادیان گئے کہ مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہرا کر اپنے بیٹے کو تائب کر کے واپس لے آؤں گا مگر چونکہ سعید فطرت تھے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوکر بغیر کوئی سوال کئے بیعت کرلی۔ پڑدادا کا وصال ۱۹۰۵ء میں دادا جان کا ۱۹۲۴ء میں اور والد صاحب کا ۱۹۹۳ء میں ہوا۔"

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند درجات سے نوازے۔

بقیہ:۔ ہومیو پیتھی کلاس

سے محسوس کرتی ہے۔ ملنے جلنے والے لوگ اس کے بارے میں کہنے لگتے ہیں کہ بہانہ کرتی ہے۔ یہ باتیں سن کر اس کی تکلیف اور بھی بڑھ جاتی ہے اور بعض دفعہ بےہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ ایسی مریضاؤں کو سٹیفی سیگریا دینا ضروری ہے۔ اس کے نتیجہ میں جو بیماریاں سامنے آتی ہیں وہ خاموشی کے دورے، بےخوابی، جسم میں تھکاوٹ، ذہنی کوفت، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں کمی، بات بھول جانا، مثانے میں بےچینی کی وجہ سے کثرت پیشاب وغیرہ وغیرہ ہیں۔ شنوائی کی طاقت، قوت شامہ اور انگلیوں کے پورے بھی زود حس ہوجاتے ہیں اور معمولی سی آواز بھی برداشت نہیں ہوتی۔ جلد پر بھی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں، سر پر ایگزیما ہو جاتا ہے اتنا مواد نہیں ہوتا لیکن شدید درد اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ جہاں بھی مرض سے بڑھ کر اس کا احساس موجود ہو وہاں یہ دوا کام آتی ہے۔

بعض دفعہ اعصاب پر ٹیومر بن جاتے ہیں۔ اگر ان ٹیومر میں درد نہ ہو تو ان کا سٹیفی سیگریا سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسے ٹیومر کا کلکیریا فلور (CALC. FLUOUR) یا روٹا (RUTA) علاج ہے۔ بعض ضدی ٹیومر کو دوائیوں سے فرق نہیں پڑتا لیکن اگر ان کی طاقت بڑھادی جائے تو پھر اثر ہوتا ہے۔ ہومیو ڈاکٹر کو چاہئے کہ دواؤں کی طاقتوں کو آگے پیچھے کرکے دیکھے کہ ہوسکتا ہے کسی خاص طاقت میں دوا کا تعلق بیماری سے ہو۔

سٹیفی سیگریا میں اعصاب کے ٹیومر غیر معمولی طور پر زود حس ہوتے ہیں اور ویسے درد نہیں محسوس ہوتا لیکن اگر ذرا بھی ہاتھ لگ جائے تو اچانک درد شروع ہو جائے گا یعنی اپنی ذات میں تکلیف دہ نہیں ہیں، اعصاب کے غیر معمولی حساس ہونے کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

مردوں میں یہ دوا پراسٹیٹ میں مفید ہے۔ اگر پراسٹیٹ گلینڈز بڑھ جائیں تو پیشاب کی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ اور بہت سے مریض عمومی دواؤں سے ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن بعض ایسے مریض ہیں جن میں عام دوائیں کام نہیں کرتیں پھر مختلف وجوہات ڈھونڈنی پڑتی ہیں۔ اگر کسی کا مزاج سٹیفی سیگریا سے ملتا ہو اور پراسٹیٹ کا مریض ہو تو یہ دوا مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ پراسٹیٹ کی تکلیف کا فوری علاج ضروری ہے ورنہ یہ تکلیف بڑھ کر انفیکشن میں تبدیل ہو جاتی ہے، گردوں تک پھیل جاتی ہے اور بسا اوقات کینسر بھی ہو جاتا ہے۔ پراسٹیٹ کا کینسر خطرناک ہے اور ان کینسرز میں سے ایک ہے جو بہت مہلک ثابت ہوتا ہے۔ ایک نسخہ بہت سے کینسرز میں بہت مفید ثابت ہوا ہے سلیشیا CM میں بہت ہی حیرت انگیز اثر دکھاتی ہے لیکن اگر بہت سے دوسرے علاج ہوچکے ہوں تو پھر یہ اتنی موثر ثابت نہیں ہوتی۔ میرے علم میں بہت سے ایسے مریض ہیں جنہیں سلیشیا سے بہت فائدہ پہنچا ہے بلکہ کئی دفعہ بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہے۔ کسی دوا کے بارے میں سوفیصد یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ضرور کام کرے گی۔ بعض ممالک کے موسم بھی دوا پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ کئی اور عوامل بھی ہیں مثلاً ستاروں کے اثرات ہیں، فضا کی کثافت کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اگر ہومیو پیتھک جیسی لطیف چیز اثر دکھاتی ہے تو کائنات میں موجود ہر چیز کا کوئی نہ کوئی اثر ضرور پڑتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض خاص ایام میں دوا اثر کرے اور بعض میں نہیں اس لئے ان سب باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۶۱)

سلفیورک ایسڈ اور سٹیفی سیگریا کے مختلف خواص کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(لندن۔ ۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں آج ہومیو پیتھی کی کلاس میں ہومیو دوائیں سلفیورک ایسڈ (Sulphuric Acid) اور سٹیفی سیگریا (Staphysagria) پڑھائیں۔

سلفیورک ایسڈ
(SULPHURIC ACID)

حضور نے فرمایا سلفیورک ایسڈ یہ سلفر کا تیزاب ہے۔ انسانی زندگی پر گہرے اثرات رکھتا ہے۔ چاندی کے اوپر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اسے کالا کردیتا ہے۔ اس میں ہائیڈروجن سلفائیڈ کی بو ہوتی ہے۔ اس کے بعض مریضوں میں یہ بو ملتی ہے۔ لیکن جب پیٹ زیادہ خراب ہو تو ایسی بو سلفر کی علامت ہے تمام ایسڈز کی بعض بنیادی باتیں یہ ہیں۔ ایک اصطلاح ACID DIABILITY استعمال ہوتی ہے جب کسی بھی تیزاب کا اثر زیادہ ہو جائے تو اچانک جسم سے طاقت نکلتی محسوس ہوتی ہے۔ ہارٹ برن کے ساتھ بھی ایسڈ ڈائیابیلیٹی کا کیس ہو جاتا ہے۔ بظاہر جسم ٹھیک ہوتا ہے لیکن اچانک جسم کی طاقت جواب دے جاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی نے اورنجز زیادہ کھا لئے تو ایسا ہوسکتا ہے ایسی صورت میں مریض سمجھتا ہے کہ اسے دل کی تکلیف ہے۔ حالانکہ اس کا دل سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی غذا جس سے جسم میں ایسڈ بڑھ جائے، کم از کم میرے کیس میں، تو نکس وامیکا ۳۰ (NUX VOMICA) بہت مفید ہے۔

بعض لوگوں کو چاول سے الرجی ہوتی ہے۔ پلاؤ کھالیا۔ اس میں بھی نکس وامیکا اچھی ہے۔ چاولوں کے لئے نیٹرم سلف (NAT. SULF.) استعمال کرنے کو کہتے ہیں نکس نہیں۔ وہ فصلیں جو زیادہ پانی مانگتی ہیں ان میں اور نمدار موسموں کی دواؤں میں نیٹرم سلف مفید ہے اگر گوشت زیادہ کھایا جائے تو نکس کی ایک دو خوراکیں لیں تو گوشت بداثر نہیں کرے گا اور اگر خراب گوشت کھا لیا جائے تو اس کا علاج پائیروجینم (PYROGENUM) ہے سلفر بھی اس میں کام آجاتی ہے۔

سلفیورک ایسڈ، ایسڈ ڈایابیلیٹی میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا چہرہ یرقان کے مارے ہوئے مریض کی طرح ہوتا ہے۔ جلد مینڈک کے پیٹ کی طرح دھبے دار ہوجاتی ہے۔ ایسے میں ہیپر سلف بھی، سلفیورک ایسڈ بھی اور بے سیلینم بھی مفید ہے۔

سلفیورک ایسڈ میں کچھ آرنیکا کی علامتیں بھی ہیں۔ آرنیکا چوٹوں کے احساس اور کمزوری کی دوا ہے۔ خون کا جلد کے اوپر دھبوں، چھینٹوں کی صورت میں ظاہر ہونا۔ سیاہی مائل بھی اور نیلا بھی۔ ایک اور رنگ جو آرنیکا میں نہیں لیکن اس میں ہے یہ ہے کہ جیسے کچا خون ابل رہا ہو۔ ایسے مریض جن میں سمجھ نہ آئے کہ کیوں جسم کے بعض حصوں میں خون کے چھالے ہیں جو پھیلنے لگتے ہیں تو سلفیورک ایسڈ چوٹی کی دوا ہے۔ جن میں عمومی علامات ملتی ہوں تو ایک دو خوراکوں میں نمایاں اثر ہوتا ہے۔ مریض کی تشخیص دوا کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ ایسے مریض کا اعصاب کا بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے۔ خون کا بریک ڈاؤن ایسڈ سلف کی علامت ہے۔ اس کی ایک پہچان مرض کے آنے اور جانے سے ہے۔ بہت سی امراض میں بیماری آتی بھی آہستہ ہے اور جاتی بھی آہستہ ہے۔ بعض صورتوں میں بیماری اچانک آتی ہے اور اچانک چلی جاتی ہے۔

جو بیماریاں اچانک آتی ہیں اور اچانک جاتی ہیں وہ جسم پر لمبا اثر نہیں چھوڑتیں۔ مریض جلد مر بھی سکتا ہے اور جلد صحتیاب بھی ہوسکتا ہے۔ اچانک آنے جانے والی بیماریوں کے لئے ایکونائیٹ اور بیلاڈونا مؤثر ہیں۔ بعض دفعہ کسی مجبوری سے دونوں ادویہ اکٹھی بھی دینی ہوتی ہیں۔ ایکونائیٹ کے ساتھ خوف ضرور ہوتا ہے۔ خواہ بیماری سخت نہ بھی ہو۔ مریض کو موت کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ ہر وہ مرض جو اچانک ظاہر ہو جس کے ساتھ خوف لازمی ہو اس کا علاج ایکونائیٹ ہے۔ اگر اچانک مرض ظاہر ہو لیکن نہ تو اس میں شدت ہو اور نہ ہی خوف ہو وہ بیلاڈونا کا مرض ہے۔ مثلاً سر درد اچانک آئی ہے۔ شدید ٹپکن ہے۔ ذرا سا بھی سر ہلائے، شور پیدا ہو تو لگتا ہے سر پھٹ جائے گا۔ اس صورت میں بیلاڈونا ۲۰۰ (BELLADONNA) اتنی جلدی آرام دیتی ہے کہ یقین نہیں آتا۔

اگر مریض سوجائے تو اکثر سردرد نہ ہوگی لیکن اگر جاگنے پر سردرد باقی ہو تو جلسیمیم (GELSEMIUM) مؤثر ہے۔ اس میں سردرد اچانک آتی ہے لیکن جاتی اچانک نہیں۔ لگتا ہے لمبا اثر چھوڑے گی۔ لمبا اثر چھوڑنے والی بیماری میں جلسیمیم لمبا اثر کرنے والی دوا ہے۔

ایسا پھوڑا جو لمبا عرصہ شدید درد کی حالت میں رہے۔ رفتہ رفتہ رنگ بدلتا رہے تو بیلاڈونا کو اگر بار بار دیا جائے تو ایسا پھوڑا پکتا ہی نہیں، غائب ہو جاتا ہے۔ وہ نقطہ جس کے گرد مرض جمع ہو رہی ہوتی ہے خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اگر مرض آگے بڑھ چکا ہو تو بیلاڈونا اسے ٹھیک کرنے کی بجائے پکا دیتا ہے اور آرام بھی دیتا ہے۔ بار بار کھلانے سے پھوڑا نرم ہو جاتا ہے اور شدت میں کمی آ جاتی ہے۔ اس مرحلے پر کوئی دوسری دوا سلیشیا یا ہیپر سلف دینی چاہئے۔

ایسڈ سلف میں بھی اسی قسم کی گہرے خون کی خرابیاں ہیں۔ پیپ بن جاتی ہے۔ جلد پر امراض ظاہر ہوتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ کمزوری اور رنگت کی خرابی ساتھ ہو۔

سلفیورک ایسڈ کے مریض کی شکل اس طرح ہوتی ہے، جلد زرد، دھبے، جگر کام نہ کرے، بے حد کمزوری۔ لیکن جب ٹھیک ہو تو اچانک ٹھیک ہوجاتا ہے۔ ایسڈ سلف جب تک جسم میں بداثر دکھا رہا ہوگا تو علامات رہیں گی۔ وہ ہٹ جائے تو زرد علامات بھی دور ہو جائیں گی۔

اس کے ڈسچارجز جہاں جہاں بھی ہوں، کاٹنے والے ان میں تیزابیت پائی جاتی ہے۔

ہیپر سلف سے بھی اس کی مشابہت ہے۔ اگر جسم میں تیزاب زیادہ ہوجائے تو بعض دفعہ کھانا کھاتے ہوئے سخت کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور مریض پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔ کھانا کھانے سے بھی تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ جسم میں برقی کوندے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہیں۔ بعض مریض ان سے لطف محسوس کرتے ہیں۔ یہ سلفیورک ایسڈ کی خاص علامت ہے۔ سردرد اور دوسری دردیں آہستہ آہستہ بڑھتی ہیں اور ایک دم ختم ہو جاتی ہیں۔ آہستہ آہستہ شنوائی ختم ہونے لگتی ہے لیکن ایک دم واپس نہیں آتی، اس بیماری میں سلفیورک ایسڈ کا مزاج اپنے عام مزاج سے مختلف ہے۔ کان پر سلفر کی وجہ سے اثر پڑتا ہے اس کا ایسڈ سے تعلق نہیں۔ سلفر کو کان کی تکلیفوں میں بہت عمل دخل ہے۔ درد اور پیپ اور بدبو وغیرہ میں بھی سلفر غیر معمولی اثر دکھاتی ہے اور رفتہ رفتہ کھوئی ہوئی شنوائی واپس بحال ہونے لگتی ہے۔

بعض اوقات ناک سے نکلنے والی رطوبت کی وجہ سے قوت شامہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے اس میں سلفیورک ایسڈ بہت نمایاں دوا ہے۔ دانتوں میں بھی درد ہونے لگتا ہے جو آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور شدید نوعیت اختیار کر جاتا ہے لیکن ایک دم ختم بھی ہو جاتا ہے اور لمبا گہرا بداثر پیچھے نہیں چھوڑتا۔ اس میں منہ اور گلے میں زخم بن جاتا ہے، منہ کچا اور زخمی ہو جاتا ہے۔ سلفیورک ایسڈ ایسے مریضوں کے لئے بہت مفید ہے خصوصاً ان بچوں کے لئے جو منہ کے زخموں کی وجہ سے دودھ نہیں پی سکتے۔ تیزابی اثرات کی وجہ سے عموماً معدہ جواب دے جاتا ہے لیکن بعض دفعہ منہ سے بو نہیں آتی لیکن سلفیورک ایسڈ کے مریض کا سانس بہت بدبودار ہوتا ہے جس میں کھٹاس بھی نمایاں ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو تیزابی چیزیں کھانے سے قبض ہوجاتی ہے لیکن سلفیورک ایسڈ کے مریض کو تیزابی کھانے سے اسہال لگ جاتے ہیں۔ OYSTER کھانے سے اور کچا اور کھٹا پھل کھانے سے بھی اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے مریضوں کے پیٹ درد کے دورے میں بھی یہی دوا مفید ثابت ہوتی ہے۔

اگر عورتوں کو حیض کے دوران ڈراؤنی خوابیں آنے لگیں تو سلفیورک ایسڈ خاص دوا ہے۔ ایک دفعہ ایک کیس میں آرنیکا ۱۰۰۰ میں دینے سے فائدہ ہوا تھا۔ اگر دن کو بخار ہو یا کوئی اور تکلیف اور رات کو ڈراؤنی خوابیں آئیں تو آرنیکا علاج ہے کیونکہ تکلیف لاشعوری طور پر خوابوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ آرنیکا ۱۰۰۰ کی ایک خوراک ہی بہترین کام کرتی ہے۔ اگر یہ خوف رات اور دن دونوں کا ہو تو آرسنک (ARSENIC) دوا ہے لیکن آرسنک میں آنکھ کھلنے کے بعد بھی خوف موجود رہتا ہے جبکہ آرنیکا میں آنکھ کھلنے کے بعد خوف نہیں ہوتا۔ حیض کے دنوں میں بھی غالباً ڈراؤنی خوابوں کی وجہ یہ ہوگی کہ اندرونی طور پر تکلیف محسوس ہوتی ہے جو واضح نہیں ورنہ ڈراؤنی خوابیں آنی نہیں چاہئیں۔ سلفیورک ایسڈ سے صرف ڈراؤنی خوابیں ہی نہیں بلکہ تکلیف بھی دور ہو جاتی ہے۔ سلفیورک ایسڈ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر زیادتی حیض کی وجہ سے حمل نہ ٹھہرے تو یہ مفید دوا ہے۔ بانجھ پن کی بے شمار وجوہات ہیں پلسٹیلا کی اور وجوہات ہیں۔ کولوفائیلم اس وقت مفید ثابت ہوتی ہے جب مریضہ میں حمل ضائع ہونے کا رجحان ہو۔ عموماً سبائنا، کلکیریا کارب وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں لیکن کولوفائیلم زیادہ مؤثر ثابت ہوئی۔

کمر میں عمومی کمزوری کا احساس رہتا ہے اور مریض کا لیٹنے کو دل چاہتا ہے کھڑا ہونا اور بیٹھنا مشکل ہے چلنے سے بھی آرام محسوس ہوتا ہے۔ صبح کے وقت پسینہ آتا ہے۔ یہ عموماً سلی مادہ کی موجودگی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر صبح کو ٹھنڈے پسینے کے علاوہ اسہال بھی ہو تو یہ قطعی بات ہے کہ دراصل یہ تپ دق (ٹی بی) کا زہر اثر دکھا رہا ہے اس میں سلفیورک ایسڈ بہت اچھا کام کرنے والی ہے۔ صبح کے پسینہ کی علامت، ہیپر سلف میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس میں دراصل رات کے پسینے بھی شامل ہیں۔ جن لوگوں کی بھوک صبح کے وقت مٹ جاتی ہے ان کے لئے سلفر بہت اچھی دوا ہے۔

سٹیفی سیگریا
(STAPHYSAGRIA)

سٹیفی سیگریا ایک بہت ہی اہم دوا ہے کیونکہ اس کا اعصاب سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر اس کے مریض کی شناخت ہو جائے تو بہت سے مرض جو قابو میں نہیں آتے وہ اس دوا سے قابو میں آسکتے ہیں۔

سٹیفی سیگریا ایک ایسے حساس مریض کی دوا ہے جو حساس بھی ہو اور بہت شائستہ مزاج بھی۔ بعض حساس لوگ اپنے غصہ کا اظہار ایک دم کردیتے ہیں اور فوراً برس پڑتے ہیں اور بعض ایسے حساس لوگ ہیں جنہیں غصہ آئے تو برداشت کرجاتے ہیں۔ بعض حساس عورتیں ہیں جنہیں غصہ آئے تو گنگ ہو جاتی ہیں ایک لفظ نہیں بول سکتیں لیکن بعد میں سر میں درد اور شدید بے چینی شروع ہو جاتی ہے، دو چار دن سخت افسردہ رہتی ہیں۔ ایسے مریضوں کی بعض جسمانی بیماریاں مستقل ہو جاتی ہیں، ان کو سردرد یا پیٹ درد کے دورے پڑنے لگتے ہیں اور اس سے ملتی جلتی اور بھی بیماریاں ہیں جو دراصل ان کی اعصابی تکلیف کا مظہر ہیں۔

ہر وہ بیماری جو غصہ، تکلیف اور شرمندگی برداشت کرنے کے نتیجہ میں ہو اس میں سٹیفی سیگریا کو اول مرتبہ حاصل ہے سب سے پہلے اس کی طرف دھیان جانا چاہئے۔

اگر غم سے تکلیف ہو تو اس میں اگنیشیا (IGNITIA)، ایمرا گریسا مفید ہے۔ اگر دماغ پر گہرا اثر پڑ جائے تو نیٹرم میور (NAT. MUR.) ہے۔ یہ سب غم سے تعلق رکھنے والے مریضوں کا حال ہے۔ لیکن وہ مریض جن کا تعلق غصہ، بے عزتی، شرمندگی یا اچانک پریشانی سے ہو اور طبیعت میں نفاست ہونے کی وجہ سے دل کا بوجھ ہلکا نہ کرسکیں یا وہ مظلوم عورتیں جن کے خاوند سخت گیر اور بدتمیز ہوں ان میں بھی سٹیفی سیگریا کی علامات رکھنے والی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حساسیت ان کے مزاج کا سب سے نمایاں حصہ ہے۔ چونکہ غصہ کو دبانے کی وجہ سے اعصاب زود حس ہو جاتے ہیں اگر کسی چھوٹے سے اور معمولی زخم کو ہاتھ لگ جائے تو شدید تشنجی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بواسیر کے موہکوں میں بھی سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے اور مریضہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں شدید تکلیف کا اظہار کرتی ہے۔ اس کے اعصاب میں اتنا تناؤ ہوتا ہے کہ وہ چھوٹی سی تکلیف کو بھی بہت شدت

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

پاکستان اور محبّ وطن پاکستانیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی

نہایت خوفناک سازش

(رشید احمد چوہدری)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۵ء میں فرمایا۔

"یہ سال جو گزرا ہے اس میں ایسا بھی ایک واقعہ ہو چکا ہے اور اسی وقت مجھے اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا کہ یہ کیا سازش ہے۔ کیونکہ یہ سال ہماری جماعت کے خلاف سازشوں کا سال بھی ہے۔ اور اس پہلو سے ہماری تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ جب میں نے یہ اعلان کیا اس سے پہلے میں یہ بھی اعلان کر چکا تھا کہ دعائیں کریں "اللھم مزقھم کل ممزق و سحقھم تسحیقا" کے اے اللہ دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ وہ دشمن عامۃ الناس نہیں، وہ دشمن مسلمان شریف علماء نہیں بلکہ وضاحت کے ساتھ میں نے یہ بات کھول دی تھی کہ وہ دشمن، وہ شریروں کے راہنما ہیں جو شرارتوں کے مرکز ہیں، جہاں سے آگ کے شعلے اٹھتے ہیں اور بھڑکائے جاتے ہیں۔ وہ شریر پیش نظر ہیں یعنی دشمنوں کے سردار ایسے راہنما جو کسی صورت بھی باز نہیں آتے اور لازماً ہمیشہ شر اور فساد کی آگ بھڑکانے کے لئے وقف رہتے ہیں۔ میں نے یہ وضاحت اس لئے کی کہ جماعت کی شان نہیں ہے کہ وہ بددعائیں کرتی پھرے یا بددعامیں جلدی کرے۔ صرف ان بدبختوں کے لئے بددعا کرنی چاہئے جن کے لئے بددعا قوم کے لئے لازماً دعا بن جاتی ہے۔ ان کی بدی سے، ان کے شر سے نجات کا ذریعہ ہی یہی رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے پکڑ میں جلدی کرے یا جلدی کا لفظ تو مناسب نہیں اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے ایسے سامان پیدا فرما دے کہ ان کے شر سے دنیا محفوظ ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ شرارتیں اپنے منطقی نتیجے کو ضرور پہنچیں گی۔ اور یہاں اس وقت میرے پیش نظر احمدیوں کو پہنچنے والا شر نہیں تھا بلکہ اہل پاکستان کو پہنچنے والا شر خصوصیت سے پیش نظر تھا اور وہ شر ایسا تھا جس کی تیاریاں وہاں کی جا چکی تھیں اور ہو رہی تھیں ....

پس یہ سال جو گزرا ہے یہ بعض عظیم برکتوں کی تیاری کا سال بھی ہے اور بعض بھیانک اور خوفناک سازشوں کا سال بھی ہے۔ اور ایسی سازشیں ہیں جن کی ایک نوع کی سازش کو دوسری سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ پس کچھ آثار ایسے ظاہر ہوئے ہیں جن کے اوپر سے مزید پردے اٹھائے جائیں گے۔ جن کے حالات معلوم کر کے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ کتنی خوفناک سازش جماعت کے خلاف تھی جسے اللہ نے چاک کر کے اس کے پرخچے اڑا دئے ہیں اور دشمن کے لئے وہی سازش اس کی سزا میں تبدیل کی جائے گی"۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۱۶ فروری تا ۲۲ فروری ۱۹۹۶)

اس نہایت خوفناک سازش کی جو تفصیلات اب تک اخبارات کے ذریعہ سامنے آئی ہیں مکرم چوہدری رشید احمد صاحب نے انہیں ذیل کے مضمون میں سمویا ہے۔ [مدیر]

—○○—

گزشتہ سال کے آخر پر پاکستانی اخبارات میں چند فوجی افسران کی بغاوت کے جرم میں گرفتاری کے بارے میں گرماگرم خبریں شائع ہوئیں اور قوم کو بتایا گیا کہ گرفتار شدگان فوجی افسران بعض سویلین افراد کے ساتھ مل کر ملک میں "اسلامی انقلاب" لانا چاہتے تھے مگر ان کی سازش کا بروقت سراغ لگا لیا گیا اور ایک میجر جنرل، ایک بریگیڈئر، تین کرنل اور چھ سات دوسرے افسروں سمیت کوئی ۴۰ کے لگ بھگ فوجی افسروں کو ۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو گرفتار کر لیا گیا۔ منصوبے کے تحت ان لوگوں نے مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۵ء کو ہونے والے کور کمانڈروں کے اجلاس میں پوری فوجی قیادت، صدر مملکت، وزیر اعظم اور بعض دوسری سیاسی شخصیتوں کے قتل کا منصوبہ بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ وزیر دفاع پاکستان آفتاب شعبان میرانی نے سینٹ میں بیان دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ اس سازش کے سرغنہ کو "امیر المومنین" اور "چیف آف سٹاف" بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اس باغی ٹولے نے اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لئے مذہب کا سہارا بھی لیا اور دراصل وہ ایک "خود ساختہ شریعت" ملک میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔

خود وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ نے فرمایا کہ گرفتار فوجی انہیں، ان کے بچوں اور صدر مملکت کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ (جنگ لندن ۱۸ نومبر ۱۹۹۵ء)

اخباری رپورٹوں کے مطابق فوجی قیادت پر قبضے کے منصوبے کی کامیابی کے بارے میں یہ فوجی افسران اس قدر پریقین تھے کہ انہوں نے اپنے لئے آئندہ کے سینئر عہدوں کا چناؤ بھی کر لیا تھا۔

سیاسی لیڈروں کے تبصرے

ان فوجی افسران کی گرفتاری پر ملک کے کئی ایک سیاسی لیڈروں نے دلچسپ تبصرے کئے ہیں جن سے ان لیڈروں کی عقل و فہم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً مولانا فضل الرحمان نے کہا۔

"فوجی افسروں کو گرفتار کرنا ایک سازش ہے"۔ (جنگ لندن ۲۰ اکتوبر ۹۵ء)

اور جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا۔

"ان افسروں کی گرفتاری پاک فوج سے اسلامی ذہن رکھنے والے فوجی افسروں کا انخلاء ہے"۔

(جنگ لندن ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

معلوم نہیں قاضی صاحب شریعت کے کس حکم کے تحت ایک "باغی ذہن" کو "اسلامی ذہن" قرار دے رہے ہیں۔

اعجاز الحق نے اخباری بیان جاری کرتے ہوئے کہا۔

"گرفتاریوں سے قبل نہ کسی سے مشورہ کیا گیا نہ قوم کو اعتماد میں لیا گیا"۔

(جنگ لندن ۱۸ اکتوبر ۹۵ء)

اصل صورت حال کا تو ان افسران کے کورٹ مارشل کی کارروائی کے بعد ہی پتہ چلے گا مگر یہ بات انتہائی تشویشناک ہے کہ فوج کے اندر چاہے محدود پیمانہ پر ہی سہی باغیانہ خیالات کے حامل موجود ہوں۔ اسلام میں تو سرے سے بغاوت کی اجازت ہی نہیں پھر اس کے علاوہ آرمی میں اپنا ایک ڈسپلن اور نظم و ضبط ہوتا ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف فوجی ضابطوں کے تحت کارروائی کی جاتی ہے۔

گرفتاریوں پر تنقید کرنے والے لیڈروں کے جواب میں گورنر پنجاب راجہ سروپ خان کا ایک بیان بھی ملاحظہ فرمایئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی دیندار شخص غلط کام کرے تو کیا اس کو پکڑنا غلط ہوگا"۔

محترمہ بینظیر صاحبہ نے بھی ان لیڈروں کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے قوم کو بتایا کہ۔

"یہ فوجی افسر کرپٹ تھے۔ نام نہاد اسلامی انقلاب لانا چاہتے تھے۔ امیر المومنین کہلانے کے شوقین یہ لوگ اسکینڈلز میں ملوث تھے اور پاکستان کو فرقہ وارانہ ریاست بنانا چاہتے تھے۔ خدا اور ملک کے ساتھ وفاداری کے عہد کو توڑنے کے لئے تیار تھے۔ یہ اقتدار کی ہوس رکھنے والے مہم جوؤں کا ایک گروپ تھا جو پاکستان کو خانہ جنگی میں دھکیل دیتے۔ پاکستان کی مسلح افواج کے بہترین لوگوں کو تباہ کر دیتے۔ ان کا نظام پرتشدد تھا جو خود کو صالح بنا کر پیش کرنے اور دوسروں کے خلاف انتقامی کارروائیوں پر مبنی نظام تھا۔ یہ نظام مولویوں اور ان بے اصول افراد کا ایک ناپاک اتحاد تھا"۔

وزیر اعظم نے ناکام فوجی بغاوت کی کڑیاں ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء سے جوڑتے ہوئے کہا کہ:۔

"جن لوگوں نے ڈکٹیٹر شپ کی کوکھ سے جنم لیا ہے ان کی طرز فکر جابرانہ ہے۔ پاکستان کے عوام نے وہ نام نہاد اسلامی انقلاب دیکھ لیا ہے جس میں ملاؤں کے ایک گروہ نے خدا کے پیغام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا اور اپنے آپ کو صالح ترین ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مسلمان بھائی چارہ کے لئے جہاد کرنے والے راہنما مولانا مودودی کے ایک مقلد جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے نظام میں تبدیلی لانے کا اعلان کیا اور کہا کہ صرف "اچھے" اور "صالح" مسلمان انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس لئے جماعتی بنیاد پر انتخابات نہیں کرائے گئے۔ ماضی کے مسترد شدہ سیاست دانوں کو انتخابات کے لئے نااہل قرار دے دیا گیا اور ان کی جگہ "صاف ستھرے" چہرے منتخب کئے گئے لیکن یہ نام نہاد صاف ستھرے چہرے انتہائی گندے چہرے نکلے۔ یہ وہ چہرے تھے جن کا کوئی ضمیر نہیں تھا۔ وہ روٹی کے ٹکڑے کے لئے عوام اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ غداری کے لئے تیار تھے۔ ایک غیر نمائندہ حکومت جو احتساب سے ماوراء تھی کو قائم رکھنے کے لئے ایک ناپاک اتحاد تشکیل دیا گیا۔ یہ اتحاد ملاؤں اور ابن الوقت سیاست دانوں کا اتحاد تھا۔ اس "نئے نظام" نے پاکستان میں تشدد اور کرپشن کی سیاست کو تعارف کروایا۔ ان لوگوں نے منشیات اور بندوق کی تجارت کی۔ ان کا کردار یہ تھا کہ انہوں نے جہاد افغانستان سے اپنے اور اپنے خاندانوں کو امیر کیا۔ اس دور میں اختلاف رائے کی اجازت نہیں تھی۔ پریس پر سنسر شپ عائد تھی ....۔ امتیاز، عدم رواداری اور نفرت جنرل ضیاء الحق کے نام نہاد اسلامی انقلاب کی جزئیات تھیں۔ اس دور میں مذہبی جماعتوں کو بے تحاشہ پیسہ دیا گیا کہ اپنے مدرسے قائم کریں جہاں ایسے روبوٹ تیار کئے جائیں جنہیں نفرت پھیلانے اور بندوق چلانے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ ان لوگوں نے قائد اعظم کو کافر کہا اور ان پر برطانیہ کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا۔ انہوں نے اس عظیم قوم کے بانی کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ وہ آج بھی یہی جھوٹ بول رہے ہیں۔ جو لوگ ان عناصر کے تشدد، غنڈہ گردی اور آمریت کی سیاست کی مخالفت کرتے ہیں انہیں "امریکی ایجنٹ" اور "لادین" کہا جاتا ہے جبکہ اصل مغربی ایجنٹ وہ نام نہاد ملاں ہیں جو سی آئی اے کے فنڈز سے خریدی ہوئی بندوقیں لہراتے پھرتے ہیں"۔

محترمہ بینظیر صاحبہ نے اسلام آباد اکادمی ادبیات کی بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ بیان دیا تھا۔

اسی ضمن میں جریدہ الوطن العربی نے اپنے ایک مضمون میں یہ انکشاف کیا ہے کہ قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاک فوج کے اعلیٰ افسران سے مل کر سوڈان کے انقلاب کی طرز پر پاکستان میں انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔

مقدمہ کی سنسنی خیز تفصیلات

مقدمہ بغاوت کی جو سنسنی خیز تفصیلات اس وقت تک سامنے آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ فوجی افسروں کا یہ گروہ ایک عرصہ سے حکومت کا تختہ الٹنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ عدالت میں پیش ہونے والے ایک گواہ محمد سعید خان نے بتایا کہ گزشتہ سال حج پر روانگی سے پہلے بریگیڈئر مستنصر باللہ نے کوئٹہ بلا کر انسے بتایا کہ وہ حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی کو اعتماد میں لے لیا ہے۔ بریگیڈئر نے یہ بھی بتایا کہ اس کام کے لئے انہیں تین سو افراد اور چند لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ یہ ایکشن ان سویلین لوگوں کی مدد سے کیا جائے گا جو افغان جہاد میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ یہ آپریشن راولپنڈی میں کور کمانڈروں کی کانفرنس کے دوران کیا جائے گا۔ میجر جنرل عباسی کی سٹاف کار دو پجارو گاڑیوں کی قیادت کرے گی سٹاف کار کو G.H.Q. کے گیٹ پر نہیں روکا جائے گا اور اس

AL-HALAL
Flames Grill
Eat In & Take Away
FREE DELIVERY
within 2-mile Radius
Deliveries until 11.00pm only
Minimum Order £7.00
KEBABS RICE DISHES SOUTHERN FRIED
TANDOORI BURGERS CURRIES
0181-870 9077
165 Merton Road, Southfirlds
London SW18

طرح کور کمانڈر کانفرنس کے شرکاء کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ مگر بریگیڈئر افضل کو بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اس آپریشن کے بعد میجر جنرل عباسی کو چیف آف آرمی سٹاف اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بنا دیا جائے گا۔ صدر اور وزیر اعظم کو ٹیلیفون پر آگاہ کر دیا جائے گا اور ٹرپل ون انفنٹری بریگیڈ کمانڈر کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

بغاوت کیس کے مرکزی کردار مدینہ منورہ میں مقیم مذہبی شخصیت صوفی محمد اقبال ہیں۔ سلطانی گواہ کرنل لیاقت علی راجہ نے کہا کہ وہ ۱۹۹۱ء میں صوفی اقبال کے مرید بنے تھے۔ کرنل محمد آزاد منہاس نے ان کا تعارف صوفی اقبال سے کرایا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں وہ مدینہ منورہ گئے اور رمضان المبارک کے دوران صوفی اقبال کے ہاں مقیم رہے۔

کرنل لیاقت علی راجہ نے کہا کہ صوفی محمد اقبال ۱۹۹۳ء میں پاکستان آیا اور خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا میں قیام کیا۔ اس دوران وہ بھی ایک ماہ کی چھٹی لے کر وہاں پہنچا اور اس کے ساتھ ٹیکسلا میں رہا۔ اس دوران مختلف فوجی افسر مثلاً لیفٹیننٹ جنرل غلام محمد ملک، لیفٹیننٹ جنرل نصیر اختر، میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی، میجر جنرل سعید الظفر اور میجر جنرل رشید بیگ بھی وہاں آئے اور صوفی محمد اقبال سے ملاقات کی۔

کرنل راجہ لیاقت علی نے یہ بھی بتایا کہ ۱۹۹۴ء کے ماہ رمضان میں وہ آخری دس دن اعتکاف بیٹھے اور اس دوران اسے بتایا گیا کہ وہ اب خلیفہ نہیں رہے۔ صوفی اقبال نے ان سے خلافت واپس لے لی ہے۔ اس قیام کے دوران صوفی اقبال نے پاکستان میں اسلامی انقلاب لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے کہا کہ صوفی اقبال نے اپنے رمضان کے خطاب میں کئی مرتبہ کہا تھا کہ فوج نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں۔

کرنل لیاقت نے یہ بھی بتایا کہ ستمبر ۹۵ء کے پہلے ہفتہ میں بریگیڈئیر مستنصر باللہ کے دفتر میں منصوبہ بندی کے دو اجلاس ہوئے اور ۷ ستمبر کو میجر جنرل عباسی اور بریگیڈئیر مستنصر باللہ کے ساتھ اس کی ملاقات ائرپورٹ کی مسجد میں ہوئی۔ اس ملاقات میں بریگیڈئیر مستنصر باللہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ منصوبے کے لئے رقوم اور ہتھیاروں کا انتظام ہو گیا ہے۔ جب کرنل لیاقت نے یہ نکتہ اٹھایا کہ اگر ہتھیاروں کے حصول کے دوران پکڑے گئے تو پھر کیا ہو گا تو بتایا گیا کہ اگر وہ پکڑے گئے تو وہ یہ مؤقف اختیار کریں گے کہ وہ کشمیری مجاہدین کو اسلحہ فراہم کر رہے تھے۔

امام مہدی کی شناخت

کرنل لیاقت علی راجہ نے اپنے بیان میں فوجی افسر کرنل محمد آزاد منہاس کے بارہ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ کرنل صاحب انہیں یہ بتاتے رہے کہ مدینہ میں مقیم صوفی محمد اقبال ہمارے عہد کے قطب الزمان ہیں۔ ہمیں پیر کی تابعداری اور عشق کے ذریعہ "توحید المطلب" کی منزل حاصل کرنی چاہئے۔ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کی عمر ۳۰ سال ہے۔ جن کی شناخت کعبہ میں طواف کے دوران صوفی اقبال کریں گے۔ حرمین کے قرب و جوار میں واقع ہوٹلوں پر مجاہدین قبضہ کریں گے۔ "دجال" امریکہ کی شکل میں سعودی عرب پہنچ گیا ہے جس کا مقابلہ امام مہدی کریں گے۔ پاکستان اور افغانستان سے ایک لشکر امام دجال کے خلاف امام مہدی کے جہاد میں مدد فراہم کرنے کے لئے جائے گا۔ ۱۹۹۵ء بڑی تبدیلیوں کا سال ہو گا۔ اس سال بہت سے افسر ڈبل پروموشن حاصل کریں گے اور کرنل سے میجر جنرل بن جائیں گے۔ اس لئے انہیں مجلس درود شریف کے ذریعہ اپنے حلقہ کو وسعت دینی چاہئے۔ میجر جنرل ظہیر الاسلام امید کی واحد کرن ہیں۔

> یہ اتنی بڑی سازش، اتنی خطرناک سازش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کی دعاؤں سے ٹلی ہے اور وہ دعاؤں کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے

"امیر المومنین" کا مجوزہ اولین خطاب

پاکستان ایک سنی سٹیٹ ہو گی

فوجی عدالت میں تحقیقات کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ مولانا عبدالقادر ڈیروی نے بریگیڈئیر مستنصر باللہ کو ایک تقریر لکھ کر دی تھی جسے مبینہ طور پر آپریشن کے بعد مقرر کردہ "امیر المومنین" نے ریڈیو اور ٹی وی سے نشر کرنا تھا۔ اس خطاب میں کہا جانا تھا کہ:

"پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دے کر اس مملکت خداداد میں آج ہم اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کا اعلان کرتے ہیں"۔

نئے مدعی نبوت کو تسلیم کرنے والے واجب القتل ہیں

"ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپؐ پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ختم ہے۔ آپؐ کے بعد ہر نیا مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے خارج از اسلام ہیں۔ اگر پہلے مسلمان تھے اور پھر نئے مدعی نبوت کو بحیثیت نبی تسلیم کر لیا خواہ وہ کسی بھی تعداد میں ہوں سب مرتد اور واجب القتل ہیں"۔

عقاید اسلامیہ کا تحفظ

"عقائد اسلامیہ کا تحفظ حکومت کی اعلیٰ ترین ذمہ داری ہو گی۔ آج سے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عظمت شان کے خلاف کچھ کہنے والے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی بھی طرح گستاخی کا مرتکب مستوجب سزا شرعی ہو گا"۔

دیگر اقدامات کا اعلان

☆ "فلم انڈسٹریز پر مکمل پابندی عائد کی جاتی ہے۔ بازاروں میں تمام ویڈیوز کی دکانوں کو سربمہر کر دیا گیا ہے۔ ان دوکانوں کے مالکان کو بے حیائی و فحاشی پھیلانے کا ذمہ دار قرار دے دیا گیا ہے"۔

☆ "خواتین کے لئے شرعی پردہ لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ پورے ملک میں کسی بھی جگہ عورت کی تصویر کو باقی نہیں رہنا چاہئے۔"۔

☆ "ڈش انٹینا، وی سی آر اور ٹی وی پر مکمل پابندی ہے۔ ہر طرح کا فلمی ریکارڈ ممنوع ہے۔ اس کی خلاف ورزی قانوناً جرم ہے"۔

☆ "خاندانی منصوبہ بندی پر مکمل پابندی عائد کی جاتی ہے"۔

☆ "ہر مسجد میں اذان و نماز کے اوقات ایک ہونگے تا کہ نماز کے لئے دکانیں بند کرنا اور کرانا آسان ہو۔ سرکاری طور پر اہتمام کیا گیا ہے کہ اذان ہوتے ہی دکانیں بند کرا دی جائیں گی۔

☆ سرکاری دفاتر میں ہر چھوٹے بڑے ملازم کے لئے با جماعت نماز ادا کرنا لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنا قانوناً جرم ہو گا۔ شہریوں کو اس کی خلاف ورزی میں قید یا جرمانہ دونوں کی سزا ہو سکتی ہے۔ سرکاری ملازمین کو قید اور ملازمت سے سبکدوشی کی سزا ہو گی"۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام علماء دین اور دینی مدارس کے علاوہ سرکاری ذمہ داری میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس نظام کی اصل نگرانی علماء کریں گے اور علماء کو اس کام کی نگرانی کے ساتھ ضروری اختیارات بھی دئے جائیں گے جنہیں وہ حسب ضرورت استعمال کریں گے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تمام کارکن چھوٹے اور بڑے لوگ علماء سے تربیت حاصل کرنے کے پابند ہونگے"۔

☆ "مساجد کو تمام پروگراموں میں تمام دینی اور اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت ہے۔ اس کے برعکس ہوٹلوں میں، بسوں میں، ویگنوں میں، ٹرک ٹرالیوں میں اور ٹریکٹروں پر لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔ آج کے بعد کسی طرح کا کوئی فلمی یا عام گانوں پر مشتمل کیسٹ بجانا منع ہے۔ خلاف ورزی پر عبرت ناک سزا دی جائے گی"۔

☆ "اقلیتوں کو ملک کے اہم مناصب نہیں ملیں گے۔ اپنے دائرے میں اپنے دین و مذہب کے مطابق انہیں آزادی ہو گی کہ وہ اس پر عمل کریں گے لیکن اسلام کے خلاف اور شعائر اسلام کے خلاف جہراً یا سراً یا تحریراً تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہو گی"۔

خطاب میں ان ملاؤں کی فہرست بھی دی گئی ہے تا کہ ان سے دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

(یہ تفصیلات اخبار جنگ راولپنڈی، یکم جنوری ۱۹۹۶ء اور جنگ لندن، ۴ جنوری ۱۹۹۶ء سے ماخوذ ہیں)۔

اب تک ظاہر ہونے والی ان تمام تفصیلات سے ہر کس و ناکس پر یہ بات خوب کھل جاتی ہے کہ اگر یہ سازش کامیاب ہو جاتی تو ملک میں ایک عام تباہی مچ جانی تھی۔ اس سازش کی ناکامی یقیناً اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اور اس کے فضل اور نصرت اور حفاظت کا ایک عظیم نشان۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۵ء میں فرمایا۔

"پس ایک بہت ہی خوفناک سازش جو پاکستان کے خلاف کی گئی تھی اس پر سے اسی سال ایک پردہ اٹھا ہے۔ اور میرے اس اظہار کے بعد کہ میرے نزدیک کوئی عظیم نشان بعد گیارہ پاکستان میں ظاہر ہونا ہے اس کا ایک پہلو تو ظاہر ہو گیا ہے، ایک نہایت خوفناک سازش فوجی بغاوت کی گئی تھی جو اس نوعیت کی تھی کہ ناممکن تھا کہ وہ اگر تھوڑی دیر کے لئے کامیاب ہوتی بھی تو بغیر فساد کے بجھ سکتی۔ لازماً اس صورت میں پاکستان کی فوج میں خطرناک لڑائیاں شروع ہونی تھیں اور پاکستانی فوج کا مزاج اس سازش کو قبول کر ہی نہیں سکتا تھا۔ سارا ملک خانہ جنگی میں دھکیل دیا جاتا اور ان حالات میں کہ جب کشمیر کا فتنہ موجود ہے، ہندوستان اور پاکستان دونوں ایک دوسرے سے خطرات محسوس کر رہے ہیں، ان حالات میں اگر یہ واقعہ ہو جاتا تو ایک عام تباہی مچ جانی تھی، اس ملک کا کچھ بھی باقی نہ رہتا۔ پس اللہ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس نے وقت کے اوپر ان دعاؤں کی تحریک میرے دل میں ڈالی اور ہمیں کچھ بھی علم نہیں تھا کہ سازش کیا ہو رہی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے جس کی نظر تھی سازش کے ہر کونے پر، ہر گوشے پر اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ دشمن تمہارے لئے کیا سوچتا ہے۔ مجھے پتہ ہے میں ہی تدبیر کرتا ہوں اس کے خلاف۔ ایک دفعہ پھر ثابت کر دیا کہ جماعت احمدیہ خدا کی حفاظت میں اور خدا کے امن کے سائے تلے ہے۔ ہمیں کچھ بھی خبر نہ ہو کہ دشمن کیا کر رہا ہے اور کیا تدبیریں کر رہا ہے، کیا سوچ رہا ہے اور خدا کے علم میں ہوتا ہے اور خدا ان تدبیروں کو ان کے منہ پر رد کر کے مارتا ہے اور ان کی سازشوں کو ان پر الٹا دیتا ہے۔

> دعائیں کریں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ جیسے اس سازش کو ناکام بنایا ہے آئندہ اور سازشوں کو بھی جن کا ہمیں کچھ پتہ نہیں ان کو بھی ناکام بنا دے

پس وہ لوگ جو انتظار کر رہے ہیں کہ یہ نشان کب ظاہر ہو گا ایک پہلو تو ظاہر ہو چکا ہے اور بڑی شان کے ساتھ ظاہر ہوا ہے۔ اور اس کے اندر پلنے والی اور سازشیں بھی تھیں اور ان کا براہ راست جماعت سے تعلق تھا۔ اب وقت آئے گا تو پھر جب پردے اٹھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر آسمان سے جماعت کی حفاظت کے سامان فرمائے ہیں ورنہ بہت ہی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر وہ کرنا پڑتا بھی تب بھی جماعت کا کچھ نہ بگڑتا اس میں بھی مجھے ذرہ بھی شک نہیں ہے۔ مگر بہت تکلیف میں سے گزرنا پڑتا اس میں بھی شک نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ غیب سے حالات پر نظر رکھ رہا ہے، غیب کے حالات پر نظر رکھ رہا ہے۔ اور ہم عاجز بندوں کو جن کو کچھ بھی علم نہیں اپنی ذات پہ گزرنے والے لمحے کے انجام کی بھی خبر نہیں۔ ہمیں بسا اوقات ایسے خطرات سے آگاہ فرما دیتا ہے جن کے متعلق ہمارا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور تفصیل بتائے بغیر دعاؤں کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر

Kenssy
Fried
Chicken

TELEPHONE 0181-539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
. PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

★★۱۹۴۳ء میں جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" حکومت پاکستان نے ضبط کرلی تو حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ اس وقت تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے۔ ۵۴ء میں جماعتی بھرپور کوششوں سے یہ پابندی ختم ہوگئی تو آپؒ نے محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کو بلاکر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کی اس کتاب کو ایک لاکھ سے زائد تعداد میں طبع کروایا جائے۔ چنانچہ حسب ہدایت محترم ملک صاحب نے لائن مین پریس لاہور سے ایک لاکھ دس ہزار کی تعداد میں اسکی اشاعت کا اہتمام کیا۔ محترم ملک صاحب آپؒ کے اس دور کی یادوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک روز آپؒ حضرت حکیم فضل الرحمن صاحبؓ افسر دارالضیافت کے پاس سائیکل پر بڑی تیزی سے تشریف لائے اور کھانا طلب کیا۔ حضرت حکیم صاحبؓ نے کہا کہ سالن تو ختم ہے دال موجود ہے۔ آپ انتظار کریں تو انڈے فرائی کروا دیتا ہوں۔ لیکن آپؒ نے فرمایا کہ آج رات بھر کالج کی عمارت کا کام جاری ہے مجھے دال روٹی ہی دیدیں، میں نے فوراً کالج جانا ہے۔ چنانچہ آپؒ نے باہر بیٹھ کر ایک روٹی دال کے ساتھ کھائی اور سائیکل پر واپس تشریف لے گئے۔ یہ مضمون "الفضل" ربوہ ۲ دسمبر ۹۵ء کی زینت ہے۔

★★اسی شمارہ میں محترم مولانا محمد منور صاحب مرحوم کا ذکر خیر محترم عبدالباسط شاہد صاحب نے تحریر کیا ہے۔ مولانا مرحوم کی زبانیں سیکھنے اور تلفظ کو ادا کرنے کی صلاحیت حیرت انگیز تھی اور جب بھی انہیں کسی زبان میں کوئی مضمون تحریر کرنا ہوتا تو ٹائپ رائٹر پر بیٹھ کر فی البدیہہ ٹائپ کرتے، کبھی مضمون کو رف نہیں کیا تھا۔ آپ عالم با عمل تھے اور غربت و قناعت کی متوازن قابل رشک کیفیت تھی۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپکو جو حق الخدمت ملتا تھا اس میں آپکا گزارہ نہیں ہوتا تھا چنانچہ آپ نے دفتر میں اپنی آمد اور اندازہ خرچ لکھ کر بھجوادیا۔ یہ جاننے کی وجہ سے کہ آپ نے اس بارے میں کوئی مبالغہ نہیں کیا ہوگا دفتر کی طرف سے آپ کو ہر ماہ کچھ زائد رقم ملنے لگی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے دفتر کو لکھ دیا کہ چونکہ میری ذمہ داریاں اور اخراجات پہلے سے کم ہوگئے ہیں اس لئے اضافی رقم کی ضرورت نہیں۔

★★حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی وفات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے فرمایا کہ "آپ حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے اور انکے متعلق لوگوں کی زبان پر فرشتہ کا لفظ غالباً الٰہی تصرف کے ماتحت جاری تھا اور ممکن ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کا وہ کشف بھی ہو جس میں حضورؑ نے دیکھا کہ آپکے سامنے ایک فرشتہ آیا ہے جس کا نام شیر علی ہے"۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ۴۳-۱۹۴۲ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کے لئے ایک ادارہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی سرکردگی میں قائم فرمایا تو محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کی ڈیوٹی بھی اس میں لگائی گئی جو اپنے مضمون مطبوعہ روزنامہ "الفضل" ۳ دسمبر میں آپکے تقویٰ اور بلند مرتبہ کے متعدد واقعات بیان کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ ماہ رمضان سے پہلے خاصی رقم غرباء میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اگر حضورؓ قادیان میں موجود نہ ہوتے تو یہ رقم آپؓ کو بھجوا دیتے۔ ۱۹۴۵ء میں آپؓ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں ڈلہوزی میں مقیم تھے تو شدید بیمار ہوگئے۔ سیدنا مصلح موعودؓ بھی ان دنوں بیماری کے باعث ڈلہوزی میں مقیم تھے، ڈانڈی پر سوار ہوکر آپکی عیادت کے لئے تشریف لائے اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ کی ڈیوٹی لگادی کہ وہ روزانہ حضرت مولوی صاحبؓ کو دیکھا کریں۔

★★احمدی نوجوانوں کے ساتھ احمدی خواتین بھی پردہ کی رعایت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی قابلیت کا لوہا منوا رہی ہیں چنانچہ روزنامہ "الفضل" ۹ دسمبر ۹۵ء کی ایک خبر کے مطابق جماعت دہم کی طالبہ محترمہ شمائلہ بنت کرنل شمیم احمد شاہ صاحب نے بلوچستان کی خواتین کی چیمپئن شپ میں چار سونے اور ایک چاندی کا تمغہ حاصل کرکے بہترین صوبائی ایتھلیٹ ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ قبل ازیں بھی وہ قومی اور دیگر سطحوں پر کئی انعامات حاصل کرچکی ہیں۔

★★حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ بلند پایہ خطیب عالم باعمل، علوم قرآن و حدیث کے ماہر اور نہایت مہمان نواز تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈماسٹر، ناظر ضیافت، دفتر جلسہ سالانہ کے علاوہ بھی کئی اہم ذمہ داریاں آپکے سپرد تھیں۔ ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر آپکو اطلاع ملی کہ کھانا ختم ہوچکا ہے اور ابھی بہت سے لوگوں نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ نے عملہ کو کھانا تیار کرنے کا کہہ کر ان احباب کو ایک کمرے میں جمع کیا اور سیرت طیبہؐ پر تقریر شروع کی۔ لوگ اس تقریر کی جاذبیت میں اتنے مسحور ہوئے کہ اپنی بھوک بھول گئے۔ جب کھانا تیار ہونے کی اطلاع آگئی تو بھی لوگوں کے اصرار پر آپ نے تقریر کچھ دیر تک جاری رکھی۔ آپکے بارے میں محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کے ذاتی مشاہدات روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۱ دسمبر کی زینت ہیں۔ مضمون نگار لکھتے ہیں کہ احادیث اور سیرت کی کتب کے معاملہ میں آپؓ بحرذخار تھے اور رات کے وقت بھی اگر کبھی کسی حوالہ کی تلاش میں آپکو تکلیف دی تو آپؓ نے کبھی برا نہیں منایا۔ رمضان المبارک میں نماز فجر کے بعد آپ مسجد اقصیٰ میں درس قرآن ارشاد فرماتے تو قادیان کے لوگوں کی بڑی تعداد کے علاوہ نواحی بستیوں سے بھی درس میں شمولیت کے لئے آیا کرتے۔ آپ نہایت رقیق القلب اور منکسر المزاج انسان تھے اور اپنے ساتھ کام کرنے والوں کا ہر پہلو سے بہت خیال رکھنے والے تھے۔

★★محترمہ مریم صاحبہ اہلیہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ لجنہ کی ابتدائی ۱۴ ممبرات میں آٹھویں نمبر پر اور لجنہ اماء اللہ کی پہلی خزانچی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے جو چار درسگاہیں قادیان میں قائم ہوئیں ان میں سے ایک آپکے ہاں تھی جہاں آپ نے بے شمار بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۲ء تک جلسہ سالانہ پر تقریر بھی کرتی رہیں۔ ۱۹۳۰ء میں گرلز سکول کی سپروائزر مقرر ہوئیں۔ لجنہ کے بھی کئی عہدوں پر فائز رہیں۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۱ء تک لجنہ کی نائب صدر رہیں اور لجنہ کے کئی جلسے آپکی زیر صدارت منعقد ہوتے رہے۔ لوائے احمدیت کی تیاری کے لئے سوت کاتنے کی سعادت بھی آپکو حاصل ہوئی۔ ۱۳ جولائی ۱۹۸۵ء کو آپ نے وفات پائی۔ محترمہ ستارہ مظفر صاحبہ کا یہ مضمون "الفضل" ربوہ ۱۲ دسمبر میں شائع ہوا ہے۔

بقیہ :- پاکستان اور محب وطن پاکستانیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی

نہایت خوفناک سازش

اور دل میں ایک بات گاڑ دیتا ہے جو میخ کی طرح گڑ جاتی ہے کہ کچھ ہونے والا ضرور ہے اور اس کے مطابق جب مومن دعائیں کرتا ہے اور گریہ و زاری کرتا ہے تو پھر خود ہی غیب سے، آسمان سے فرشتوں کی فوجیں اتارتا ہے اور وہی عاجز، بے بس اور دفاع کی طاقت سے عاری مومنوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ پس یہ جو سلسلہ نشانات کا شروع ہوا ہے یہ ابھی اور آگے بڑھے گا"۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی نصرت اور حفاظت کے اس نشان کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "بعد گیارہ انشاء اللہ" کے ساتھ متعلق قرار دیتے ہوئے حضور نے فرمایا:-

"اس کے علاوہ ایک اور خیال بھی آتا ہے کہ اگر اس کو ہجرت کے ساتھ نہ باندھا جائے بلکہ اس سال کے ساتھ باندھا جائے جس سال شرارتوں نے آغاز پکڑا تو وہ ۸۴ء کا سال تھا۔ اس پہلو سے یہ ۹۵ء کا سال جو ختم ہو رہا ہے یہ گیارھواں سال بنتا ہے جو ختم ہوگا اور گیارھواں سال ختم ہونے کے بعد جو ۹۶ء کا سال ہے وہ بہت ہی برکتوں کا سال اور غیر معمولی کامیابیوں والا سال قرار پاتا ہے۔ اگر میرا یہ استنباط درست ہے کیونکہ ظاہریات ہے کہ الہام تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے جو سو سال سے بھی پہلے سے نازل ہوچکا ہے۔ ہم استنباط کر رہے ہیں اور جہاں تک استنباط کا تعلق ہے اس کا ایک پہلو تو خدا نے بڑی شان سے پورا کر دیا۔ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ کس پہلو سے، کس طرح پورا ہوگا لیکن اچانک اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالی کہ تم تو انتظار کر رہے ہو وہ بات تو پوری ہو چکی ہے اور بہت بڑی سازش تھی، بہت ہی بھیانک سازش تھی، ملک کے ٹکڑے اڑا دینے تھے اس سازش نے۔ اللہ تعالیٰ نے بروقت متنبہ کر دیا فوج کو اور اس نے اپنے یونٹ فوج کی حیثیت سے اپنی شخصیت کو اور پاکستان کی حیثیت سے اس ملک کو بچانے کی فوراً مؤثر کارروائی کی ہے۔ شریروں نے بہت روکیں ڈالیں، بہت ڈرانے دھمکانے کی کوششیں کیں، اسلام کا نام بیچ میں گھسیٹا کہ اس سے مرعوب ہوکر یہ جوابی انسدادی کارروائیوں سے ڈر جائیں گے مگر جسے خدا ہمت دیتا ہے یا جس تقدیر کے تابع ایک بات کو کھولتا ہے لازماً اس کی پھر توفیق بھی عطا فرماتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس نے پاک فوج کو اپنی اجتماعیت کو محفوظ کرنے کی توفیق بخشی۔ اس فوج کے خلاف سازش کو کلیۃً رد کر دینے کی توفیق بخشی اور جھوٹی دھمکیوں سے یہ مرعوب نہیں ہوئے۔ اور اس کے نتیجے میں پاکستان کو جو فائدہ پہنچا ہے جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں عام آدمی کو تصور نہیں ہے کہ کتنا بڑا خطرہ تھا اور کتنا بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ بلاشبہ اس کے نتیجے میں فوج نے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا تھا۔ جو سکیمیں تھیں ان لوگوں کی وہ سکیمیں جڑوں کے لحاظ سے گہری زیادہ نہیں تھیں۔ چند آدمیوں کے دلوں میں اور چند مولویوں کے دل میں اس کی جڑیں تھیں۔ عام فوج کے مزاج سے بالکل مختلف مزاج تھا۔ عام پاکستانی کے مزاج سے مختلف مزاج تھا جو اس انقلاب کو دیا جانا تھا اور ناممکن تھا کہ فوج کی اعلیٰ سیادت اس کو قبول کر لیتی۔ اس لئے کہ وہ کور کمانڈر کے لیول پر اور اسی طرح بڑے بڑے جرنیلوں کی سطح پر وہ لوگ اس سازش میں نہ صرف یہ کہ شریک نہیں تھے ان کو ہوا تک نہیں لگی تھی۔ چند غیر ذمہ دار آدمیوں نے مل کر یہ کی اور ان کا خیال تھا کہ اسلام کے نام پر جب اس سازش کا انکشاف کریں گے تو مولوی جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ بلے بلے تم چلو آگے بڑھو ہم تمہارے ساتھ ہیں اچانک یہ قوم کو آواز دیں گے اور قوم کہے گی عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔ ایسی جاہلانہ خواب تھی کہ جس کا پارہ پارہ ہونا لازم تھا۔ میں صرف اس لئے یہ نہیں کہہ رہا وہ سازش مٹ گئی اور ظاہر ہو گئی میں یہ بتا رہا ہوں کہ اگر یہ کامیاب ہوتی تو ان معنوں میں کامیاب ہوتی کہ فوج کو پارہ پارہ کر دیتی اور ملک کے ٹکڑے اڑا دیتی۔ یہ اتنی بڑی سازش، اتنی خطرناک سازش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کی دعاؤں سے ٹلی ہے اور وہ دعاؤں کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔

.... آپ اپنے طور پر سوچیں اور آپ میں سے ہر ایک اندازہ کر سکے گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک بہت بڑا احسان ہے جو جماعت پر ہوا ہے اور اس احسان کے نتیجے میں پاکستان پر بہت بڑا احسان ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہی سے بچالیا ہے۔

پس مزید دعائیں کریں تاکہ یہ قوم جو تباہی سے بچائی گئی ہے کسی مقصد کے لئے بچائی جائے۔ اور وہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب یہ کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی جھولی میں آئے اور امن کے سائے تلے آجائے اور اس ملک سے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور کے غلبے کے لئے ایک عظیم الشان تحریک اٹھے۔ یہ وہ مثبت باتیں ہیں جن کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ دعائیں کریں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ جیسے اس سازش کو ناکام بنایا ہے آئندہ اور سازشوں کو بھی جن کا ہمیں کچھ پتہ نہیں ان کو بھی ناکام بنا دے۔ اور خدا تعالیٰ کی جوابی کارروائی بڑی شان کے ساتھ احمدیت کے حق میں پے در پے ظاہر ہونے لگے یہاں تک کہ جیسے کہتے ہیں کانوں تک راضی ہوگئے، ہم سر کی چوٹی تک خدا کے انعامات اور احسانات میں ایسے ڈوب جائیں کہ گویا شکر میں تحلیل ہو جائیں۔ اس تصور کے مزے لیتے ہوئے، اس کے چسکے لیتے ہوئے اپنی دعاؤں کو آگے بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعاؤں کو خود ہی اثر عطا کرے اور ان دعاؤں کی قبولیت کی شان ہم آسمان سے برستے ہوئے دیکھیں"۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۱۶ فروری ۱۹۹۶ء)

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

مکتوب آسٹریلیا
دلچسپ خبریں

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

مینڈک برفانی علاقوں میں کیسے زندہ رہتے ہیں؟ ایک راز جو انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں ممد ثابت ہوگا۔

اللہ کی مخلوق پر غور و فکر کرنے سے عجب طرح کے راز منکشف ہوتے ہیں۔ شمالی امریکہ کے مینڈک (WOOD FROGS) کی بعض اقسام ایسی ہیں کہ اگر انہیں منفی ۱۵ ڈگری سنٹی گریڈ پر منجمد کرلیا جائے تو ان کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے۔ برف میں مینڈک کا دماغ، دل اور جسم کا دوتہائی پانی منجمد ہوجاتا ہے لیکن پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شدید سرد موسم برداشت کرنے کی طاقت عطا کی ہے۔ کینیڈا کی چارلٹن یونیورسٹی کے پروفیسر Prof. Ken Storey نے کہا کہ اگر ہم ان مینڈکوں اور کچھوؤں کے راز معلوم کرلیں تو انہیں انسانی اعضاء کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سڈنی میں پروفیسر سٹوری نے ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم انسانی اعضاء کو ۴۸ گھنٹے تک بھی محفوظ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں بہت ممد ثابت ہوگا۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر اعضاء کے دینے اور لینے والے کے درمیان صحیح میل (MATCH) کرسکتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ انسانی جسم کو محفوظ رکھنا بہت ہی مشکل کام ہے صرف بعض اعضاء ہی منجمد کئے جاسکتے ہیں جیسے دل کے والو، وریدیں اور شریانیں۔ کھال، دانت، مادہ تولید و بیضہ اور لبلبہ (PANCREASES) وغیرہ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

پروفیسر موصوف کی تحقیق نے ان مینڈکوں میں بعض منفرد قسم کے لحمیات (Nucleating Proteins) معلوم کئے ہیں جو ان کے خون میں شامل ہوتے ہیں جن کے گرد پانی منجمد ہوسکتا ہے۔ چنانچہ خون کا پانی تو منجمد ہو جاتا ہے اور خلیات (CELLS) منجمد ہونے سے بچے رہتے ہیں جو اگر منجمد ہو جائیں تو ضائع ہو جائیں۔ اگر اس طرح کے، مخصوص پروٹین انسانی اعضاء میں بھی شامل کئے جاسکیں تو وہ کچھ زیادہ عرصہ کے لئے پیوندکاری کے لئے محفوظ رکھے جاسکتے ہیں۔ تحقیق کا دروازہ کھل گیا ہے، کنجی مل گئی ہے، مستقبل کا حال خدا جانے۔

مغربی معاشرہ میں بچوں کے دکھ

مادہ پرستی کی حد تک بڑھی ہوئی حب دنیا اور خودغرضی اور جنسی بے راہ روی اور منشیات کے استعمال نے گھروں کا جو امن برباد کر رکھا ہے اس کا سب سے دردناک شکار ننھے منے بچے ہیں۔ آسٹریلیا میں حکومت نے بچوں کی شکایات سننے اور ان کو مشورہ دینے کے لئے ٹیلیفون کی ایک مفت خدمت مہیا کی ہوئی ہے جس کا نمبر ۱۸۰۰۵۵۱۸۰۰ ہے۔

ایک خبر کے مطابق گذشتہ دو سالوں میں تنتالیس ھزار (۴۳۰۰۰) بچوں نے اس ادارہ کو فون کئے جس سے اس مسئلہ کی شدت کا پتہ لگتا ہے۔ یہ ساری شکایات چونکہ ریکارڈ پر رکھی گئی تھیں اب ان کا تجزیہ شائع ہوا ہے۔ بعض دفعہ پانچ سال کی عمر کے بچوں نے بھی فون پر بتایا کہ وہ سخت پریشان ہیں، والدین آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں، اندر ہی اندر کچھ کھچڑی پک رہی ہے ہمیں اندھیرے میں رکھا جا رہا ہے۔ زیادہ جھگڑے لین دین اور خرچ کے معاملات پر ہوتے ہیں، کاش ہم کچھ کر سکتے اور کما کر والدین کو دے سکتے تا ان کے جھگڑے ختم ہو جاتے۔ والدین کی علیحدگی کا خوف ہر وقت ان کے ننھے ذہنوں پر مستولی رہتا ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں لوگوں کے گھروں میں جاکر چاکلیٹ وغیرہ بیچ کر یا ان کے گھروں کے چھوٹے موٹے کام کرکے اپنے والدین کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ بیس فیصد شکایات گھریلو مسائل کے بارہ میں تھیں جو شکایات میں سے سب سے بڑی تعداد میں تھیں۔

فون کرنے والے بچوں کی عمریں زیادہ تر ۱۰ اور ۱۴ سال کے درمیان تھیں۔ کئی ماں باپ کی متوقع علیحدگی پر دلبرداشتہ تھے۔ بعض علیحدگی کے بعد کے مسائل سے پریشان تھے بعض اپنے سوتیلے والد یا والدہ کی سردمہری یا سختی کے شاکی تھے۔ دوسری شکایات میں دوستوں اور ہم جولیوں سے جھگڑے، گھر کے اپنے افراد یا باہر والوں کی بچوں سے جنسی زیادتیاں، بچپن کے حمل، مار پیٹ، خوف زدگی، اکیلاپن اور منشیات کا استعمال تھا۔ بعض بچے مجبور ہوکر گھروں کو چھوڑ جاتے ہیں اور اس سے بدتر حالات میں پھنس جاتے ہیں اور بعض گلیوں میں بسنے والے بچے (STREET KIDS) بن جاتے ہیں۔ یہی ستم رسیدہ بچے بڑے ہوکر مجرم بن کر پورے معاشرے کا امن برباد کرتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق گھروں سے بھاگنے والے بچے کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھروں کو کسی شوق میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کے گھریلو حالات ہی ناقابل برداشت ہوگئے تھے۔

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوایئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینیجر)

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London
16th February - 29th February 1996

Friday 1st March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars Ul Hadith
12.00	MTA Variety: Hamari Kaenat No.11
12.30	Learning Languages with Huzoor, Lesson 73 Part 2.
1.00	M.T.A News
1.30	Friday Sermon - Live
2.40	Nazm
2.50	Mulaqat with Huzoor (Urdu)
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Saturday 2nd March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars Ul Hadith
12.00	M.T.A Variety: Programme from Germany
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: "Tech Talk"
2.00	Children's Corner: Mulaqat with Huzoor
3.05	M.T.A Variety: Quiz Programme Sadullah Pur Vs. Noshaira
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Sunday 3rd March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars Ul Malfoozat
12.00	M.T.A Variety: Programme from Germany
1.00	M.T.A News
1.30	A Letter from London
2.00	Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends
3.05	M.T.A Variety: Speech by Rana Farooq Sahib - "Dawat e Ilallah"
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Monday 4th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars Ul Malfoozat
12.00	M.T.A Variety: Dilbar Mera Yehi Hay
12.30	Learning Languages with Huzoor, Lesson 74 part 1.
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: Moshaira with Nabina Hazra'at. 2nd part.
2.00	Quran Class: Tarjamatul Quran Lesson No. 115
3.05	M.T.A Variety: Speech by Akbar Tahir Ahmad.
3.35	Children's Corner: Waqfeen Nau
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Tuesday 5th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Seerat Un Nabi (s.a.w)
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzoor, Lesson 74 Part 2
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: Speech by Hadhrat Muhammad Hasan Sahib1st part
2.00	Quran Class - Tajumatul Quran Lesson No. 116
3.05	M.T.A Variety: Competition
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Wednesday 6th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars Ul Hadith
12.00	M.T.A Variety: Exhibition by Lajna Pakistan
12.30	Learning Languages with Huzoor, Lesson 75 Part 1
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: Documentary
2.00	Natural Cure: Homeopathy Lesson No.143
3.05	M.T.A Variety: Bait Bazee, Atfal ul Ahmadiyya.
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Thursday 7th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars Ul Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzoor Lesson 75 part 2
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: Speech by Hadhrat Muhammad Hasan Sahib. 2nd part
2.00	Natural Cure: Homeopathy Lesson No. 144
3.05	M.T.A Variety: Speech by Maulana Sultan Anwar.
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Friday 8th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Hamari Kaenat, No.12
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 76, part 1
1.00	Tilawat
1.10	MTA News
1.30	*Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40	Nazm
2.50	*Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Saturday 9th March 1996

11.30	Tilawat.
11.45	Darsul Hadith
12.00	MTA Variety - German programme
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Tech Talk
2.00	Tilawat
2.10	Children's Corner: - Mulaqat
3.05	M.T.A Variety: Quiz Programme, Badio Malhi Vs. Sangla
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.
4.55	Qaseedah

Sunday 10th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	MTA Variety German Programme
1.00	MTA News
1.30	A Letter from London
2.00	Tilawat
2.10	*Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.15	M.T.A Variety
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4:50	Tomorrow's Programmes.

Monday 11th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	Dil Bar Mera Yehi Hai - Ch Hadi Ali Sb
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 76, Part 2
1:00	M.T.A. News
1.30	Around the Globe
2.00	Tilawat
2.10	Tarjumatul Qur'an Class No 117
3.15	MTA Sports: Basket ball
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Qaseedah
4.55	Tomorrow's Programmes

Tuesday 12th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Seeratun Nabi (SAW)
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages With Huzur Lesson 77, Part 1
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe
2.00	Tilawat
2.10	Tarjamatul Qur'an Class No 114
3.15	MTA Variety with Maulana Sultan Anwar
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Wednesday 13th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Hadith
12.00	MTA Variety
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 77, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe
2.00	Natural Cure: Homeopathy Class No 145
3.05	M.T.A Variety: Bait Bazi, Atfal ul Ahmadiyya
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Thursday 14th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 78, part 1
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe
2.00	Natural Cure: Homeopathy Class No 146
3.05	M.T.A Variety: Yassarnal Quran
3.30	Children's Corner: Hikayat e Sheereen
3:50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice.

** Simultaneous Translations are available for the following programmes in Urdu, English, Arabic, French, Bengali, Turkish.*
Friday Sermon - Mulaqat - Tarjamatul Quran Class - and Liqaa Ma'al Arab

***Programmes for Eid day will be announced nearer to Eid...please listen out for special announcements.*

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
☎ (0) 181 870 8517
Fax: (0) 181 870 1095
Vol. 3 Friday, March 1, 1996 No. 9

ایک اور احمدی مسلمان پر توہین رسالت کا مقدمہ

(پریس ڈیسک) پاکستان سے تازہ اطلاع کے مطابق مکرم چوہدری محمد انور صاحب آف حاجی پورہ ضلع راجن پور کے خلاف مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۹۶ء کو تھانہ داجل میں ایک مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۵۔ سی (توہین رسالت) درج کیا گیا ہے اور مکرم چوہدری محمد انور صاحب کو گرفتار کر کے ڈیرہ غازی خاں جیل میں بھجوادیا گیا ہے۔

تفصیلات کے مطابق ایک مخالف سلسلہ مولوی مسمی رسول بخش نے پولیس کے روبرو بیان دیا کہ محمد انور اکثر میری آڑھت کی دکان پر تبلیغ کے لئے آتا ہے۔ ایک دن اس نے دو لوگوں کی موجودگی میں مجھے ایک کتاب "سلسلہ احمدیہ" پڑھنے کے لئے دی اور ساتھ ہی بیعت فارم دیا جس کی پشت پر شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ درج ہیں اور مجھے کہا کہ اپنا مذہب چھوڑ کر اس کا مذہب اپناؤں۔ جب میں نے اسے کہا کہ میرے نبی کا فرمان ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہے جو دعویٰ کرے گا کافر ہے کاذب ہے اور دجال ہے تو اس پر محمد انور مذکور نے کہا کہ یہ بکواس ہے اور ساتھ ہی حضورؐ پاک کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ چنانچہ مولوی کے اس جھوٹے بیان پر مکرم محمد انور صاحب کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ درج کرلیا گیا۔

احباب سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے پاکستانی بھائیوں کو یاد رکھیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ظالم کے ہاتھ کو خود روک دے۔

اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات خیرات کی طرح ہی ہے
(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام)

حاصل مطالعہ

(دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت)

مذہبی حاشیے

کب پیٹ کے دھندوں سے مسلم کو بھلا فرصت
ہے دین کی کیا حالت یہ اس کی بلا جانے
(مصلح موعودؓ)

"امت پاکستان" کا اجماع

پاکستان کے مشہور کالم نویس جناب مجیب الرحمن شامی کے طنزیہ کالم کا ایک شاہکار:

"آج جب کہ قوم کا ایک اچھا خاصا حصہ کرپشن، بداخلاقی، دروغ گوئی اور لوٹ مار کے بارے میں یک جہت ہے اور مؤثر طبقات کے درمیان اجماع ہوچکا ہے کہ پاکستان نامی مملکت میں دیانت، امانت اور صداقت نام کی یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز باقی نہیں رہنی چاہئے۔ ذرائع ابلاغ بھی اپنا حصہ بقدر جثہ ڈال رہے ہیں یا یہ کہئے کہ وصول کررہے ہیں.... منزل بہرحال ایک ہے اور وہ یہی ہے کہ پاکستان کا تن، من اور دھن ان کا ہے یہ اسے جس طرح چاہیں نوچیں اور گھسوٹیں یہ ان کی مفتوحہ سرزمین ہے اور وہ فاتحانہ شان کے ساتھ اس کو تاخت و تاراج کرنے کا ہر حق رکھتے ہیں۔"

(روزنامہ جنگ لاہور، ۲ جون ۹۵ء صفحہ ۴، کالم ۵)

انگریزوں کے غلام اور غیر مسلموں کے ایجنٹ

جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر خورشید احمد صاحب کے قلم سے مصری عالم علامہ رشید رضا کا ایک حقیقت افروز بیان:

"آج کل مسلمان اصل اسلامی حکومت سے محروم ہیں اور ایسی اسلامی حکومت جس میں اسلام کی دعوت دی جائے اور اس کی مدافعت کی جائے حدود قائم کی جائیں اور ان مصارف کو وہاں صرف کرے جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں اب تک صورت حال یہ ہے کہ یا تو مسلمان انگریزوں کے غلام ہیں یا مسلمانوں پر ایسے افسران مسلط ہیں جو خود مرتد اور بےدین ہیں۔ اور نام نہاد مسلمان..... غیر مسلموں کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے تمام معاملات اور مسائل میں ان کی پالیسیاں نافذ کررہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی حکومتوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہوسکتا خواہ ان کا سرکاری دین اسلام ہی کیوں نہ ہو۔"

(پاکستان میں نفاذ اسلام صفحہ ۱۹۵۔ مؤلفہ پروفیسر خورشید احمد۔ ناشر انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز۔ اسلام آباد)

فتویٰ سازی کے کارخانے

"مولانا ملک محمد اکرم اعوان" کا ایک فکر انگیز بیان:

"ہر مولوی یہی قرآن پڑھتا ہے، یہی حدیث پڑھتا ہے، یہی فقہ پڑھتا ہے، لیکن فتویٰ مختلف دیتا ہے۔ کتاب ایک ہے، نصاب ایک ہے، حتیٰ کہ دیوبندی بریلوی کتنا معرکہ رہتا ہے ہمارے ہاں۔ آپ دیوبندیوں کے مدارس میں جائیں، آپ بریلویوں کے مدارس میں نصابی کتابیں اٹھاکر دیکھیں، سب کی ایک ہیں۔ صرف قرآن و حدیث نہیں باقی سارا نصاب فلسفے تک سارا ایک ہے اور قرآن و حدیث تو پہلے سے ہی ایک ہیں فقہ ایک ہے لیکن پھر دونوں میں گولی چلتی رہتی ہے۔ یہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔ یہ کہتا ہے وہ کافر ہے۔ وہ کہتا ہے یہ کافر ہے۔ اسی طرح ہر مولوی دوسرے سے مختلف کیوں ہے؟ اس لئے کہ سب کی ضروریات اور ان کے تقاضے مختلف ہیں فتوے ان کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔"

(ماہنامہ "المرشد" لاہور۔ نومبر ۹۵ء، صفحہ ۲۳)

"شرعی ایکٹر"

مشہور دیوبندی عالم جناب مولوی محمد یوسف صاحب بنوری سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عقلی و فکری خصوصیات کی کامیاب ترین تمثیل اور اپنے اوضاع و اطوار سے جو نقشہ کھینچتے تھے دنیا کا کوئی خطیب ان کی نقالی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر نامناسب نہ ہوتا تو میں تعبیر کرتا کہ "شرعی ایکٹر" تھے۔"

(خطبات امیر شریعت حصہ اول۔ صفحہ ۸۷۔ از سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرتب مجاہد الحسینی۔ ناشر دار النشر الاسلامیہ العالیہ رجسٹرڈ فیصل آباد)

بارگاہ "بھٹو" میں نذرانہ عقیدت

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ اسمبلی کے بعد پاکستان کے بڑے بڑے مولاناؤں، مؤرخوں اور قلمکاروں نے کس طرح وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے آستانہ کا طواف کیا اور ان کی مدح سرائی کی۔ اس کا ایک نمونہ ہدیہ قارئین ہے۔ جناب مولانا رشید اختر ندوی نے ۱۵ دسمبر ۱۹۷۴ء کو بارگاہ بھٹو میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے مولانا مودودی، مولانا مفتی محمود، مولانا نورانی اور اس ملک کے باقی سارے علماء، صلحاء، شیوخ اور مذہبی رہنما معاف فرمائیں۔ میرے نزدیک ذوالفقار علی بھٹو نے جون ۱۹۶۶ء کے بعد اس ملت کے احیا کے سلسلہ میں وہی خدمت انجام دی ہے جو جناب محمد بن قاسمؒ، موسیٰ بن نصیرؒ، طارق بن زیادؒ، نورالدین زنگیؒ، حضرت صلاح الدین ایوبیؒ اور آخری ایام میں حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ اور حیدرعلی نے سرانجام دی تھی۔...... وہ نبی نہ ہوتے ہوئے اور ولی کے مقام پر فیض یاب ہوئے بغیر ولیوں اور نبیوں کی سنت پر چلے۔ انہوں نے اپنے قدم بڑے ثبات و قرار کے ساتھ اپنے ان بزرگ پیشواؤں سے ملائے ...... اے اللہ انہیں عمر نوح و خضر سے نواز کہ وہ اس ملت بیمار کے جسم پر مسلط ہر بیماری کے علاج کی مہلت پاسکیں۔"

(ذوالفقار علی بھٹو۔ سیاسی سوانح حیات۔ حصہ اول۔ صفحہ ۷ تا ۱۵ از رشید اختر ندوی۔ ناشر ادارہ معارف ملی اسلام آباد۔ اشاعت دسمبر ۱۹۷۴ء)

جنرل ضیاء الحق کا قلمی چہرہ

مسلم لیگ امریکہ کے صدر جناب محمد نصراللہ صاحب سے تنویر قیصر شاہد کا خصوصی انٹرویو:

"میں نے جنرل ضیاء الحق کو کبھی پسند نہیں کیا ہے۔ میں اس شخص کا نام بھی سننے کو تیار نہیں جس کا نام جنرل ضیاء الحق تھا اور جو کذب، دروغ گوئی، فریب اور دھوکہ دہی کی بدولت گیارہ سال تک پاکستان کو رگیدتا رہا اور جس نے ملک میں جمہوریت کو زمین کی گہرائیوں میں دفن کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جونیجو کی شکل میں جمہوریت کو ذرا سی سانس لینے کا موقع فراہم کیا مگر یہ بھی اسے راس نہ آیا اور پھر خود اپنے آمرانہ ہاتھوں سے اس پودے کو مسل کر رکھ دیا......

اس کے نظریئے غلط تھے اور اس کے تمام وہ ہتھکنڈے جنہیں بروئے کار لاکر گیارہ سال قوم کی گردن پر سوار رہا گیا، وہ سب قابل مذمت اور شرمناک تھے۔"

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ اگست ۱۹۹۴ء۔ ص ۲۶ تا ۲۸)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد